انصارالدین

جلد 10   نمبر 4

جولائی و اگست 2013ء

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔

نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

= درس القرآن	2
= حدیث النبی ﷺ	2
= کلام الامام	3
= فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ	3
= سالانہ چیریٹی واک 2013ء	4
= سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ عشق رسول ﷺ کے آئینہ میں	5
= مطالعہ کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام	9
= میری ڈائری کا ایک ورق ''نصیبین''	13
= مقام خلافت	17
= انصار ڈائجسٹ (کتاب ''درویشان احمدیت'' پر تبصرہ)	21

مجلس انصاراللہ برطانیہ کا

سالانہ اجتماع و مجلس شوریٰ

مجلس انصاراللہ برطانیہ کا سالانہ اجتماع اور مجلس شوریٰ 27 تا 29 ستمبر 2013ء (بروز جمعۃ المبارک، ہفتہ اور اتوار) بمقام مسجد بیت الفتوح لندن منعقد ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ

تمام انصار بھائیوں سے درخواست ہے کہ شمولیت کو بروقت یقینی بنانے کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔

پروگرام کا آغاز بروز جمعہ صبح دس بجے ہوگا۔

صدر مجلس انصاراللہ
چودھری وسیم احمد

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر: محمود احمد ملک

نائبین: حبیب الرّحمٰن غوری، صفدر حسین عباسی، عبدالحفیظ شاہد

مینیجر: محمود علی مرزا

ترسیل: فیاض احمد ملھی (انچارج)
میاں اخلاق احمد، رانا ظہور احمد، سعادت جان

درس القرآن

﴿اِنَّمَاالْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَاللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ﴾

(سورۃالانفال :3)

ترجمہ: مومن صرف وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اُس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے ربّ پر ہی توکل کرتے ہیں۔

روز مرہ کے معاملات میں بھی توکّل علی اللہ کی بہت ضرورت ہے۔اور اللہ تعالیٰ پر توکّل تبھی پیدا ہوتا ہے جب خدا کی ذات پر اس کی طاقتوں پر کامل یقین پیدا ہو۔توکّل کی اعلیٰ ترین مثالیں تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہی رقم فرمائی ہیں اور کیوں نہ ہو،آپ ہی تو انسان کامل تھے۔اور ساتھ ہی امت کو بھی سبق دیدیا کہ میری پیروی کروگے، خدا سے دل لگاؤ گے،اس کی ذات پر ایمان اور یقین پیدا کروگے تو تمہیں بھی ضائع نہیں کرے گا۔اور اپنے پر توکّل کرنے کے نتیجہ میں وہ تمہیں بھی اپنے حصارِ عافیت میں لے لے گا۔ چنانچہ جب سفر طائف سے واپسی پر زید بن حارثہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! اب آپ مکہ میں کیسے داخل ہوں گے جبکہ وہ آپ کو نکال چکے ہیں۔تو رسول اللہ ﷺ نے کس شان سے،توکل سے جواب دیا کہ اے زید تم دیکھو گے کہ اللہ ضرور کوئی راہ نکال دے گا اور اللہ اپنے دین کا مددگار ہے۔وہ اپنے نبی کو غالب کرکے رہے گا۔چنانچہ نبی کریمؐ نے سرداران قریش کو پیغام بھجوائے کہ آپؐ کو اپنی پناہ میں لے کر مکہ میں داخل کرنے کا انتظام کریں۔کئی سرداروں نے انکار کردیا بالآخر ایک شریف سردار مطعم بن عدی نے آپ کو اپنی پناہ میں مکہ میں داخل کرنے کا اعلان کیا۔

پھر آخر کار جب مظالم حد سے زیادہ بڑھ گئے اور مکہ سے ہجرت کا وقت آیا تو کمال وقار سے آپؐ نے وہاں سے ہجرت فرمائی۔غار میں پناہ کے وقت دشمن جب سر پر آن پہنچا تو پھر بھی کس شان سے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: ہم دو ہیں اور ہمارے ساتھ تیسرا خدا ہے۔

(نوٹ:اس صفحہ پر درس القرآن اور درس الحدیث حضور ایدہ اللہ کے ایک خطبہ جمعہ سے ماخوذ ہے)

حدیث النبی ﷺ

حضرت ابوبکرؓ روایت کرتے ہیں کہ مَیں رسول کریم ﷺ کے ساتھ غار (ثور) میں تھا۔مَیں نے اپنا سر اٹھا کر نظر کی تو تعاقب کرنے والوں کے پاؤں دیکھے۔اس پر مَیں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر کوئی نظر نیچے کرے گا تو ہمیں دیکھ لے گا۔آپؐ نے فرمایا: چپ اے ابوبکر! ہم دو ہیں اور ہمارے ساتھ تیسرا خدا ہے۔یہ توکل کا وہ اعلیٰ معیار ہے جو صرف اور صرف رسول کریم ﷺ کی زندگی میں ہمیں نظر آتا ہے۔اور پھر جب غار سے نکل کر سفر شروع کیا تو کیا شان استغنا تھی اور کس قدر اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکّل تھا۔حضرت ابوبکرؓ کی روایت ہے کہ سفر ہجرت کے دوران جب سراقہ گھوڑے پر سوار تعاقب کرتے ہوئے ہمارے قریب پہنچ گیا تو مَیں نے عرض کیا یارسول اللہ! اب تو پکڑنے والے بالکل سر پر آ پہنچے اور مَیں اپنے لئے نہیں بلکہ آپ کی خاطر فکرمند ہوں۔آپؐ نے فرمایا! لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ۔کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔چنانچہ اسی وقت آپ کی دعا سے سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور وہ آپ کی خدمت میں امان کا طالب ہوا۔اس وقت آپؐ نے سراقہ کے حق میں یہ عظیم الشان پیشگوئی فرمائی کہ سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کسریٰ کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں پہنائے جائیں گے۔اور یہ پیشگوئی بھی بڑی شان سے بعد میں پوری ہوئی۔

پھر وہ شان بھی دیکھیں جب آپ دشمن سے صرف ایک فٹ کے فاصلہ پر تھے اور نہتے تھے اور دشمن تلوار تانے کھڑا تھا لیکن کوئی خوف نہیں۔کیسا ایمان، کیسا یقین اور کیسا توکل ہے خدا کی ذات پر۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع میں ہم حضور کے ساتھ تھے۔ایک دن ہم ایک سایہ دار درخت کے پاس پہنچے۔ہم نے آنحضرت ﷺ کے آرام کے لئے اس کو منتخب کیا۔ اچانک ایک مشرک وہاں آن پہنچا جب آپؐ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی۔اس نے تلوار سونت لی اور کہنے لگا کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو یا نہیں؟ حضورؐ نے اسے جواب دیا: نہیں۔اس نے پھر کہا مجھ سے تمہیں کون بچا سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ۔اس پر تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔تو حضورؐ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا کہ اب مجھ سے تمہیں کون بچا سکتا ہے۔اس پر وہ کہنے لگا کہ آپ درگزر فرمادیں۔آپؐ نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور مَیں اللہ کا رسول ہوں۔وہ تھا بھی پکا مشرک۔اس پر اس نے کہا: نہیں، لیکن مَیں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ آپ سے کبھی لڑائی نہیں کروں گا۔اور نہ ان لوگوں کے ساتھ شامل ہوں گا جو آپ سے لڑتے ہیں۔ اس پر آپ نے اسے چھوڑ دیا۔وہ اپنے ساتھیوں سے جاملا اور ان سے کہنے لگا: مَیں تمہارے ہاں ایک ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع)

کلام الامام علیہ السلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''انسان کی پیدائش میں دو قسم کے حسن ہیں۔ ایک حسن معاملہ اور وہ یہ کہ انسان خدا تعالیٰ کی تمام امانتوں اور عہد کے ادا کرنے میں یہ رعایت رکھے کہ کوئی عمل حتی الوسع ان کے متعلق فوت نہ ہو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں ''رَاعُوْنَ'' کا لفظ اسی طرف اشارہ کرتا ہے ایسا ہی لازم ہے کہ انسان مخلوق کی امانتوں اور عہد کی نسبت بھی یہی لحاظ رکھے یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں تقویٰ سے کام لے جو حسن معاملہ ہے۔ یا یوں کہو کہ روحانی خوبصورتی ہے''۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ ﴿لِبَاسُ التَّقْوٰی﴾ قرآن شریف کا لفظ ہے۔ یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تا بمقدور کاربند ہو جائے''۔

پھر فرمایا:

''امانت سے مراد انسان کامل کے وہ تمام قویٰ اور عقل اور علم اور دل اور جان اور حواس اور خوف اور محبت اور عزّت اور وجاہت اور جمیع نعماء روحانی و جسمانی ہیں جو خدا تعالیٰ انسان کامل کو عطا کرتا ہے اور پھر انسان کامل برطبق آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ اس ساری امانت کو جناب الٰہی کو واپس دے دیتا ہے یعنی اُس میں فانی ہو کر اُس کے راہ میں وقف کر دیتا ہے......اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سیّد، ہمارے مولیٰ، ہمارے ہادی، نبی امّی صادق اور مصدوق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 162-161)

فرمودات
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعتی اور ذیلی تنظیموں کے عہدیداران کو متعدد بار اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

''پھر عہدیداران ہیں ان کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے بلکہ جماعت کا ہر کارکن یہ بات یاد رکھے کہ اگر کسی دفتر میں کسی عہدیدار کے پاس کوئی معاملہ آتا ہے یا کسی کارکن کے علم میں کوئی معاملہ آتا ہے چاہے وہ ان کی نظر میں انتہائی چھوٹے سے چھوٹا معاملہ ہو۔ وہ اس کے پاس امانت ہے اور اس کو حق نہیں پہنچتا کہ اس سے آگے یہ معاملہ لوگوں تک پہنچے۔ ایک راز ہے، ایک امانت ہے، پھر کسی کی کمزوریوں کو اچھالنا تو ویسے بھی ناپسندیدہ فعل ہے اور منع ہے بڑی سختی سے منع ہے۔ اور بعض دفعہ تو یہ ہوتا ہے کہ کسی بات کا وجود ہی نہیں ہوتا اور وہ بات بازار میں گردش کر رہی ہوتی ہے۔ اور جب تحقیق کرو تو پتہ چلتا ہے کہ فلاں کارکن نے فلاں سے بالکل اور رنگ میں کوئی بات کی تو جو کم از کم نہیں تو سو سے ضرب کھا کر باہر گردش کر رہی ہوتی ہے۔ تو جس کے متعلق بات کی جاتی ہے جب اس تک یہ بات پہنچتی ہے تو طبعی طور پر اس کے لئے تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ اول تو بات اس طرح ہوتی نہیں اور اگر ہے بھی تو تمہیں کسی کی عزت اچھالنے کا کس نے اختیار دیا ہے۔

پھر مشورے ہیں اگر کوئی کسی عہدیدار سے یا کسی بھی شخص سے مشورہ کرتا ہے تو یہ بالکل ذاتی چیز ہے، ایک امانت ہے۔ تمہارے پاس ایک شخص مشورہ کے لئے آیا، تم نے اپنی عقل کے مطابق اسے مشورہ دیا تو تم نے امانت لوٹانے کا حق ادا کر دیا۔ اب تمہارا کوئی حق نہیں بنتا کہ اس مشورہ لینے والے کی بات آگے کسی اور سے کرو۔ اور اگر کرو گے تو یہ خیانت کے زمرے میں آجائے گی۔ عہدیداران کو بھی، کارکنان کو بھی اس حدیث کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے''۔

(خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ بتاریخ 8؍ اگست 2003ء)

مجلس انصاراللہ برطانیہ کی سالانہ چیریٹی واک کا کامیاب انعقاد

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے بیعت کی نویں شرط میں ضرورتمندوں کی مدد کرنے کے متعلق تاکید فرمائی ہے چنانچہ مجلس انصاراللہ یوکے کے سالانہ پروگرام میں چیریٹی واک کو خاص اہمیت حاصل ہوچکی ہے۔ امسال بھی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے مجلس انصاراللہ یوکے نے مانچسٹر میں 30 جون 2013 بروز اتوار سالانہ چیریٹی واک منعقد کی جس کے ناظم اعلیٰ مکرم منصور احمد کاہلوں صاحب (نائب صدر اوّل) تھے۔ مکرم وسیم احمد چودھری صاحب صدر مجلس نے ریجنل انتظامی کمیٹیاں بھی مقرر کیں تاکہ بہتر طریقے سے انتظامات طے پاسکیں۔

اس چیریٹی واک کے نتیجہ میں گزشتہ سالوں میں افریقہ میں آنکھوں کے تین ہزار آپریشنز اور پانی کے بیس کنوؤں کے منصوبوں کے لئے اڑہائی لاکھ پاؤنڈ جمع کئے گئے تھے۔ امسال اس کے علاوہ بھی جن چند چیریٹیز کے لئے کام کیا گیا ان میں Action for Children, Boaz Trust, British Heart Foundation, Kids Can, Manchester Woman's Aid, Macmillan Cancer Support, Royal Manchester Children's Hospital Charity اور We Love Manchester شامل ہیں۔ تمام انصار کو رقم اکٹھی کرنے کے لئے فارمز بھجوائے گئے نیز حالیہ اور گزشتہ چیریٹی واک کی تفصیلات بھی ارسال کی گئیں۔ اس سال مجلس انصاراللہ کو Justgiving Website پر بھی رجسٹرڈ کیا گیا تاکہ آن لائن عطیات بھی اکٹھے کئے جاسکیں۔ نیز ویب سائٹ پر 20 سے زائد صفحات تیار کئے گئے اور آن لائن 5000£ جمع کئے گئے۔

چیریٹی واک سے 3 ماہ پہلے Awareness Campaign شروع ہوگئی تھی جس میں ہر ریجن اور مجلس کو ٹارگٹس دیئے گئے۔ چیریٹی واک میں شرکاء کی تعداد بڑھانے کیلئے ٹرانسپورٹ بھی مہیا کی گئی۔ تقریباً 800 انصار اور بچوں نے لندن، مانچسٹر، ساؤتھ، اسلام آباد اور ایسٹ ریجنز سے 14 بسوں کے ذریعہ سفر کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ملک بھر سے 1800 سے زائد افراد نے اس چیریٹی واک میں حصہ لیا۔ Mr Richard جو کہ بیڈفورڈ سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک لمبے عرصے سے احمدیوں کے پروگراموں میں شامل ہوتے ہیں انہوں نے بھی نہ صرف چیریٹی کے لئے پیسے اکٹھے کئے بلکہ مانچسٹر جاکر واک میں حصہ بھی لیا۔

واک کے مقام پر رجسٹریشن اور رقوم کی وصولی کے ڈیسک تیار کئے گئے تھے۔ نیز بسوں کے اندر ہی لوگوں کو رجسٹر کرنے کے لئے خاص تیاری کی گئی تاکہ مانچسٹر پہنچنے کے بعد لمبی قطاروں سے بچا جاسکے۔ کوچز میں سفر کرنے والوں کے لئے پانی، سینڈوِچ اور پھلوں کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ کوچز صبح ساڑھے چھ بجے دعا کے ساتھ روانہ ہوئیں اور ساڑھے گیارہ بجے مانچسٹر پہنچ گئیں۔

6.3 میل کی واک ساڑھے گیارہ بجے دعا سے شروع ہوئی جو مکرم امیر صاحب یوکے نے کروائی۔ مانچسٹر کے ڈپٹی لارڈ میئر مہمان خصوصی تھے۔ واکرز کے لئے ہر میل کے فاصلہ پر اشیائے خورونوش کے سٹالز لگائے گئے تھے۔ NHS organ donation کے 2 نمائندگان نے بھی اس واک میں حصہ لیا۔ واک کے اختتام پر جماعت احمدیہ کی کوششوں کو سراہتے ہوئے سرٹیفیکیٹ بھی دیئے گئے۔

دوپہر ڈیڑھ بجے مسجد دارالامان مانچسٹر میں واک کا اختتام ہوا جس کے بعد ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کی گئیں اور کھانا کھایا گیا۔

سہ پہر 3 بجے چیک دیئے جانے کی تقریب مکرم رفیق احمد حیات صاحب نیشنل امیر کی زیرصدارت شروع ہوئی۔ اس تقریب میں Deputy Lord Mayor of Manchester, Kate Green MP for Stretford & Urmston, Jake Berry MP for Rossendale and Darwen, councillers اور members of civil society نے شرکت کی۔ تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا جو مکرم مستنصر ناصر نے کی۔ آیات کا انگریزی ترجمہ مسٹر سٹیو بیل نے پیش کیا۔ صدر مجلس انصاراللہ مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور منتظمین کا شکریہ ادا کیا جن کی محنت سے یہ چیریٹی واک کامیاب رہی۔ انہوں نے بتایا کہ کُل 131,000£ کی رقم اکٹھی کی گئی ہے جو کہ مختلف چیریٹیز میں تقسیم کی جائے گی۔ اس کے بعد MPs اور Deputy Lord Mayor آف مانچسٹر نے مختصر الفاظ میں جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد انعامات تقسیم کئے گئے۔ امیر صاحب نے 63 چیریٹی چیمپئنز کو سرٹیفیکیٹ دئے جنہوں نے 1000£ سے زائد رقم اکٹھی کی تھی۔ اُن چھوٹے بچوں کو بھی میڈلز دیئے گئے جنہوں نے 100£ اور 500£ جمع کئے۔ نیز 39 چیریٹیز کے نمائندوں کو چیک دئے جن کی کُل رقم 105,843.59£ بنتی ہے۔ مختصر تقریر کے بعد امیر صاحب نے تقریب کا اختتام دعا کے ساتھ کیا۔ جس کے بعد ساڑھے چار بجے کوچز واپسی کے لئے روانہ ہوئیں۔

احباب جماعت نے واپسی کے سفر کے دوران حضورِانور کا جلسہ سالانہ جرمنی سے خطاب اپنے موبائل فونز اور Tablets کے ذریعہ سنا۔ یہ خطاب مانچسٹر مسجد میں موجود انصار نے بھی براہ راست سنا۔

چیریٹی واک سے قبل BBC ریڈیو مانچسٹر نے دو انٹرویوز نشر کئے اور ایک مقامی اخبار مانچسٹر اور Metro نے جماعت کے تعارف پر مشتمل ایک صفحہ شائع کیا۔ اسی طرح 30 لوکل بسوں پر جماعت احمدیہ کے اشتہار تین ہفتے تک چسپاں رہے۔ BBC TV North West نے اپنی ریجنل نیوز میں 50 سیکنڈ کی خبر نشر کی۔ واک کے بعد مختلف چیریٹیز کی انتظامیہ نے شکریہ کے خطوط لکھتے ہوئے جماعت احمدیہ کی بنی نوع انسان کے لئے کی جانے والی خدمات کو سراہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی کوششوں کو قبول فرمائے اور ہمیں اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ میں

(محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور کی جلسہ سالانہ قادیان 2005ء کے موقع پر کی گئی تقریر)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ٥ (سورۃ آل عمران:32)

وہ پیشوا ہمارا جس ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ یہ اعلان کردیں کہ اے بنی نوع انسان اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔

پچھلے ساڑھے چودہ سو سال میں سینکڑوں اولیاء امت محمدیہ نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرکے، اپنی اپنی پیروی کے معیار کے مطابق اللہ کی محبت کو پایا۔ لیکن اگر کوئی فرد امت اللہ تعالیٰ کے پیار کو اُس حد تک پاتا، جہاں اُسے کثرت سے شرف مکالمہ ومخاطبہ بخشا جاتا اور اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مقام نبوت سے سرفراز نہ فرمایا جاتا، تو قرآن مجید کا اعلان نامکمل رہ جاتا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ حضرت مہدی معہود و مسیح موعود علیہ السلام نے سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی اتباع و پیروی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی بے انتہا محبت کو پایا۔ اور دنیا والوں نے قرآن مجید کے اعلان کی سچائی کو خود مشاہدہ کرلیا۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی۔ اور میرے لئے اُس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو نہیں پاتا۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 127)

اب میں آپ کے سامنے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے چند واقعات بیان کرتا ہوں جس سے سامعین کو اُس محبت کا کسی قدر اندازہ ہو جائے گا جو آپؑ کے دل میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مکان کے ساتھ والی چھوٹی مسجد میں، جو مسجد مبارک کہلاتی ہے، اکیلے ٹہل رہے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جاتے تھے اور اس کے ساتھ ہی آپؑ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہتی چلی جارہی تھی۔ اس وقت ایک مخلص دوست نے باہر سے آکر سُنا تو آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حسانؓ بن ثابت کا ایک شعر پڑھ رہے تھے جو حضرت حسانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا۔ وہ شعر یہ ہے:

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرِ
مَنْ شَآءَ بَعْدَ كَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی اے خدا کے پیارے رسول! تو میری آنکھ کی پتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہوگئی ہے اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہوگئی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس طرح روتے ہوئے دیکھا اور اس وقت آپ مسجد میں بالکل اکیلے ٹہل رہے تھے تو میں نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا معاملہ ہے اور حضور کو کونسا صدمہ پہنچا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا میں اس وقت حسانؓ بن ثابت کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہو رہی تھی کہ ''کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا۔''

دنیا جانتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سخت سے سخت زمانے آئے۔ ہر قسم کی تنگی دیکھی۔ طرح طرح کے مصائب برداشت کئے حوادث کی آندھیاں سر سے گزریں۔ مخالفوں کی طرف سے انتہائی تلخیوں اور ایذاؤں کا سامنا حتیٰ کہ قتل کے سازشی مقدمات میں سے بھی گزرنا پڑا۔ بچوں اور عزیزوں اور دوستوں اور اپنے فدائیوں کی موت کے نظارے بھی دیکھے مگر کبھی آپؑ کی آنکھوں نے آپ کے قلبی جذبات کی غمازی نہیں کی۔ لیکن علیحدگی میں اپنے آقا رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق (اور وفات بھی وہ جس پر تیرہ سو سال گذر چکے تھے) یہ محبت کا شعر یاد کرتے ہوئے آپ کی آنکھیں سیلاب کی طرح بہہ نکلیں۔ اور آپ کی یہ قلبی حسرت چھلک کر باہر آگئی کہ کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا!۔

اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ حضرت حسان کا یہ شعر محبت رسولؐ کے اظہار میں ہر دوسرے کلام پر فائق ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں عشقِ رسولؐ کے کمال کی وجہ سے ہر غیر معمولی اظہارِ محبت کے موقعہ پر یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کاش یہ الفاظ بھی میری ہی زبان سے نکلتے۔

ایک واقعہ لاہور کے جلسہ وچھووالی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ آریہ صاحبان نے لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا اور اس میں شرکت کرنے کے لئے ہر مذہب وملت کو دعوت دی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی با اصرار درخواست کی کہ آپ بھی اس بین الاقوامی جلسہ کے لئے کوئی مضمون تحریر فرمائیں اور وعدہ کیا کہ جلسہ میں

کوئی بات خلافِ تہذیب اور کسی مذہب کی دلآزاری کا رنگ رکھنے والی نہیں ہوگی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک ممتاز صحابی حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو بہت سے احمدیوں کے ساتھ لاہور روانہ فرمایا۔ اور ان کے ہاتھ ایک مضمون لکھ کر بھیجا جس میں اسلام کے محاسن بڑی خوبی کے ساتھ اور بڑے دل کش رنگ میں بیان کئے گئے تھے۔ مگر جب آریہ صاحبان کی طرف سے مضمون پڑھنے والے کی باری آئی تو اس بندۂ خدا نے اپنی قوم کے وعدوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے مضمون میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف انتاز ہراُ گلا اور ایسا گندا چھالا کہ خدا کی پناہ۔ جب اس جلسہ کی اطلاع حضرت مسیح موعودؑ کو پہنچی اور جلسہ میں شرکت کرنے والے احباب قادیان واپس آئے تو آپؑ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور دوسرے احمدیوں پر سخت ناراض ہوئے۔ اور بار بار جوش کے ساتھ فرمایا کہ جس مجلس میں ہمارے رسول اللہ کو برا بھلا کہا گیا اور گالیاں دی گئیں تم اس مجلس میں کیوں بیٹھے رہے؟ اور کیوں نہ فوراً اُٹھ کر باہر چلے آئے؟ تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ تمہارے آقاؐ کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموش بیٹھے سنتے رہے؟ اور پھر آپؑ نے بڑے جوش کے ساتھ یہ قرآنی آیت پڑھی کہ:

اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُبِھَا وَیُسْتَھْزَءُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوضُوا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ۔ (النساء:141)

''یعنی اے مومنو! جب تم سنو کہ خدا کی آیات کا دل آزار رنگ میں کفر کیا جاتا اور ان پر ہنسی اڑائی جاتی ہے تو تم ایسی مجلس سے فوراً اُٹھ جایا کرو تاوقتیکہ یہ لوگ کسی مہذبانہ اندازِ گفتگو کو اختیار کریں۔''

اس مجلس میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ (خلیفہ اول) بھی موجود تھے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ پر ندامت کے ساتھ سر نیچے ڈالے بیٹھے رہے بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے اِس غیورانہ کلام سے ساری مجلس ہی شرم و ندامت سے کٹی جارہی تھی۔

حضرت صاحبزادہ بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کو جماعت کے سب یا کم از کم اکثر دوست جانتے ہیں کہ وہ ہماری بڑی والدہ صاحبہ کے بطن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے بڑے لڑکے تھے جو ڈپٹی کمشنر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے اور دنیا کا بڑا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ کے اخلاق و عادات کے متعلق کچھ دریافت کروں۔ چنانچہ میرے پوچھنے پر انہوں نے فرمایا کہ:

''ایک بات میں نے والد صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) میں خاص طور پر دیکھی ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا اور غصے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا۔ اور مرزا سلطان احمد صاحب نے اس بات کو بار بار دہرایا۔'' (سیرۃ المہدی حصہ اول)

یہ اس شخص کی شہادت ہے جس نے حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی جوانی سے لے کر حضورؑ کی وفات تک دیکھا۔ جس نے اسی (80) سال کی عمر میں وفات پائی جس کے تعلقات کا دائرہ اپنی معزز ملازمت اور اپنے ادبی کارناموں کی وجہ سے نہایت وسیع تھا اور جو اپنے سوشل تعلقات میں بالکل صحیح طور پر کہہ سکتا تھا کہ:

جُفتِ خوش حالاں و بدحالاں شدم

''یعنی مجھے دنیا میں ہر قسم کے انسانوں سے واسطہ پڑا ہے۔''

مگر حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا نچوڑ اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا۔''

ایک دفعہ بالکل گھریلو ماحول کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت کچھ ناساز تھی۔ اور آپؑ گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا اور حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ بھی پاس بیٹھے تھے کہ حج کا ذکر شروع ہوگیا۔ حضرت نانا جان نے کوئی ایسی بات کہی کہ اب تو حج کے لئے سفر اور رستے وغیرہ کی سہولت پیدا ہو رہی ہے حج کو چلنا چاہئے۔ اس وقت زیارتِ حرمین شریفین کے تصور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور آپؑ اپنے ہاتھ کی انگلی سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ حضرت نانا جان کی بات سن کر فرمایا:

''یہ تو ٹھیک ہے اور ہماری بھی دلی خواہش ہے مگر میں سوچا کرتا ہوں کہ کیا مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو دیکھ بھی سکوں گا۔''

یہ ایک خالصۃً گھریلو ماحول کی بظاہر چھوٹی سی بات ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں اس اتھاہ سمندر کی طغیانی لہریں کھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں جو عشقِ رسولؐ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے قلبِ صافی میں موجزن تھیں۔ حج کی کس سچے مسلمان کو خواہش نہیں۔ مگر ذرا اس شخص کی بے پایاں محبت کا اندازہ لگایئے جس کی روح حج کے تصور میں پروانہ وار رسولِ پاکؐ (فداہ نفسی) کے مزار پر پہنچ جاتی ہے۔ اور وہاں اس کی آنکھیں اس نظارہ کی تاب نہ لاکر بند ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی عشق کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؐ کی آل و اولاد اور آپؐ کے صحابہ کے ساتھ بھی بے پناہ محبت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعودؑ اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپؑ نے نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا اور مرزا مبارک احمد صاحب رضی اللہ عنہ جو اُس وقت چھوٹے بچے تھے۔ اپنے پاس بلایا اور فرمایا آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں۔ پھر آپؑ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سنائے۔ آپؑ یہ واقعات سُناتے جاتے تھے اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اور آپؑ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپؑ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا:

''یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریم ﷺ کے نواسے پر کروایا۔ مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔''

اس وقت آپؑ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپؑ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا۔ اور یہ سب کچھ رسولِ پاکؐ کے عشق کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ اپنی ایک نظم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

اسی طرح اپنی ایک عربی نظم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

اُنْظُرْ اِلَيَّ بَرَحْمَةٍ وَّتَحَنُّنٍ
يَا سَيِّدِي اَنَا اَحْقَرُ الغِلْمَانِ
يَا حِبِّ اِنَّكَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّةً
فِيْ مُهْجَتِيْ وَ مَدَارِكِيْ وَجَنَانِ
مِنْ ذِكْرِ وَجْهِكَ يَا حَدِيْقَةَ بَهْجَتِيْ
لَمْ اَخْلُ فِيْ لَحْظٍ وَّلَا فِيْ اٰنِ
جِسْمِيْ يَطِيْرُ اِلَيْكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا
يَالَيْتَ كَانَتْ قُوَّةَ الطَّيَرَانِ

''یعنی اے میرے آقا! میری طرف رحمت اور شفقت کی نظر رکھ۔ میں تیرا ایک ادنیٰ ترین غلام ہوں۔ اے میرے محبوب تیری محبت میرے رگ و ریشہ میں اور میرے دل میں اور دماغ میں رَچ چکی ہے۔ اے میری خوشیوں کے باغیچے! میں ایک لحہ اور ایک آن بھی تیری یاد سے خالی نہیں رہتا۔ میری روح تو تیری ہو چکی ہے مگر میرا جسم بھی تیری طرف پرواز کرنے کی تڑپ رکھتا ہے۔ اے کاش مجھ میں اڑنے کی طاقت ہوتی۔''

ان اشعار میں جس محبت اور جس عشق اور جس تڑپ اور جس فدائیت کا جذبہ چھلک رہا ہے وہ کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔ کاش ہمارے احمدی نوجوان اس محبت کی چنگاری سے اپنے دلوں کو گرمانے کی کوشش کریں اور کاش ہمارے غیر احمدی بھائی بھی اس عظیم الشان انسان کی قدر پہچانیں جس کے متعلق ہم سب کے آقا اور سردار حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: يُدْفَنُ مَعِيَ فِيْ قَبْرِي۔ ''یعنی آنے والے مسیح کو میری روح کے ساتھ ایسی گہری مناسبت اور ایسا شدید لگاؤ ہوگا کہ اس کی روح وفات کے بعد میری روح کے ساتھ رکھی جائے گی۔''

عشق کا لازمی نتیجہ قربانی اور فدائیت اور غیرت کی صورت میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں یہ جذبہ بدرجۂ اتم موجود تھا۔ ایک جگہ عیسائی پادریوں کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر ہونے والے جھوٹے اور ناپاک اعتراضات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بیشمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعہ ایک خلقِ کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے، جو وہ حضرت خیر البشرؐ کی ذاتِ والا صفات کے خلاف کرتے ہیں، میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے۔ خدا کی قسم! اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے۔ اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا! تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلاءِ عظیم سے نجات بخش۔''

یہی وجہ ہے کہ اپنی اِن عدیم المثال خدمات کے باوجود جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو ایک وفا شعار شاگرد اور ایک احسان مند خادم کی حیثیت میں اپنا ہر پھول آپؐ کے قدموں میں ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ اور بار بار عاجزی کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ آقا! یہ سب کچھ آپ ہی کے طفیل ہے میرا تو کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''میں اسی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسمٰعیلؑ سے اور اسحٰقؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیح ابن مریمؑ سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور سب سے زیادہ پاک وحی نازل کی۔ ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا ہے مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا ہے۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت میں نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں ہرگز کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ کا نہ پاتا۔''

اسی طرح آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات طیبات کا ذکر کرتے ہوئے دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا کے فرشتے آبِ زلال کی شکل میں نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان پر لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان فرشتوں میں سے کہا یہ وہی برکتیں ہیں جو تُو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔''

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسا عشق تھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ اپنی ایک نظم میں بڑے دردناک انداز میں فرماتے ہیں کہ:

دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

آخر پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں سے دو اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں جس کے ایک ایک لفظ سے اُس عشق کا اندازہ ہوتا ہے جو آپؑ کے دل میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجزن تھا۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

''وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا اور وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء و سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اُس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اُس کے تمام ہمرنگوں کو بھی اُن لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں....اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید و مولیٰ ہمارے ہادی نبی اُمی صادق و مصدوق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی''۔

(روحانی خزائن جلد 5، آئینہ کمالات اسلام صفحہ 162-160)

نیز فرماتے ہیں: ''میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اُسکی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اس کی زندگی میں اُس کو دیں۔

(روحانی خزائن جلد 22، حقیقۃ الوحی صفحہ 119-118)

عصر حاضر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور محبت کے جو اسلوب ہمیں سکھلائے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اُن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تا کہ ہم بھی سرور دو جہاں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت کرنے والوں میں شامل ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے ہوں۔ آمین!

اَللّٰھُمّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوعُود وَبَارِکْ وَسَلِّم اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ.

بقیہ از صفحہ 12:

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم الشان تاثیرات

مخالفت ہدایت کا موجب

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

''حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ایک دوست جو بہت بڑے شاعر تھے۔ لغت کی انہوں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ جس کی دو تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں ریاست رام پور انکو اس کام کے لئے وظیفہ دیا کرتی تھی۔ قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود سے ملے آپ نے ان سے پوچھا آپ کو ہمارے سلسلہ کی طرف کیسے توجہ پیدا ہوئی؟ انہوں نے بڑی سادگی سے جواب دیا مولوی محمد حسین بٹالوی کے ذریعہ سے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کس طرح؟ انہوں نے عرض کیا مولوی محمد حسین بٹالوی کا رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' ہمارے ہاں آیا کرتا تھا۔ مَیں یہ تو جانتا ہی تھا کہ مولوی محمد حسین بہت بڑی شہرت رکھنے والے اور سارے ہندوستان میں مشہور ہیں۔ مگر ان کے رسالہ کو دیکھ کر بار بار میرے دل میں خیال آتا کہ اگر ان کے دل میں اسلام کا واقعی درد تھا۔ تو انہیں چاہیے تھا کہ مدرسے جاری کرتے قرآن اور حدیث کے درس کا انتظام کرتے لوگوں کو اسلامی احکام پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلاتے۔ مگر انہیں یہ کیا ہو گیا کہ سارے کام چھوڑ کر بس ایک بات کی طرف ہی متوجہ ہو گئے ہیں۔ اور دن رات احمدیت کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ اس میں ضرور کوئی بات ہے۔ چنانچہ مجھے ان کی مخالفت سے تحقیق کا خیال پیدا ہوا اور میں نے کسی شخص سے اپنے اس شوق کا اظہار کیا اس نے مجھے ''درثمین'' پڑھنے کے لیے دی میں نے اس میں رسول کریم ﷺ کی تعریف میں جب آپ کا کلام دیکھا تو میں نے کہا لو پہلا جھوٹ تو یہیں نکل آیا کہ کہا جاتا تھا مرزا صاحب رسول کریم ﷺ کی ہتک کرتے ہیں۔ حالانکہ جو عشق رسول کریم ﷺ کا آپ کے دل میں پایا جاتا ہے۔ اس کی موجودہ زمانہ میں نظیر ہی نہیں ملتی اس کے بعد میں نے مزید تحقیق کی اور آخر اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ احمدیت سچی ہے اسی طرح ہر سال مجھے دس بیس خطوط ضرور ایسے آجاتے جن میں یہ لکھا ہوتا کہ جب ہم نے احمدیت کی مخالفت میں کتابیں پڑھیں تو ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہم جماعت احمدیہ کی کتابیں بھی پڑھ کر دیکھیں۔ چنانچہ ہم نے آپ کی کتب کا مطالعہ کیا۔ اور ہمیں معلوم ہوا کہ سچے عقائد وہی ہیں جو آپ کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔ لوگوں کی طرف سے مخالفت میں جو کچھ کہا جاتا ہے۔ وہ بالکل جھوٹ ہے۔ اس لئے ہم آپ کی بیعت میں شامل ہوتے ہیں۔''

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 145)

اگر آپ کسی موضوع پر لکھنا چاہتے ہیں لیکن اس ky بارہ میں تبادلۂ خیال کرنے کے خواہشمند ہیں تو براہ کرم کسی بھی وقت فون کے ذریعہ رابطہ کیجئے: 079-47 408 144

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم الشان تاثیرات

(لقمان احمد شاد)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں اس لئے مبعوث فرمایا کہ آپ کے ذریعے روحانی خزائن مدفونہ کو دنیا میں ظاہر کرے۔ اور اس دارالحرب میں جہاں ہر طرف بلحاظ قلم دین حق پر حملے ہو رہے تھے۔ آپ کے ذریعے تمام ادیان پر کامل طور پر حجت پوری کر کے دجالیت کو پاش پاش کر کے دکھلاوے۔ سو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میرے ہاتھ سے آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور میری قلم سے قرآنی حقائق و معارف چمک رہے ہیں۔ اٹھو اور تمام دنیا میں تلاش کرو کہ کیا کوئی عیسائیوں میں سے یا سکھوں میں سے یا یہودیوں میں سے یا کسی اور فرقہ میں سے کوئی ایسا ہے کہ آسمانی نشانوں کے دکھلانے اور معارف اور حقائق کے بیان کرنے میں میرا مقابلہ کر سکے۔'' (تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 267)

پھر فرمایا:

''ایک پھل قوت ایمانی کا اسرار حقہ و معارف دینیہ کا ذخیرہ ہے جو اس عاجز کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوا ہے۔ پس جو شخص اس عاجز کی تالیفات پر نظر ڈالے گا یا اس عاجز کی صحبت میں رہے گا اس پر یہ حقیقت آپ ہی کھل جائے گی کہ کس قدر خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کو دقائق و حقائق دینیہ سے حصہ دیا ہے۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 159)

ان سعید روحوں کے ایمان افروز واقعات جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان علمی معجزات کو دیکھا اور محسوس کیا اور انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے مطالعہ کے ذریعے قبولیت احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی، اُن میں سے چند کا تذکرہ پیش ہے۔

حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کو جب پہلی مرتبہ براہین احمدیہ کی زیارت نصیب ہوئی تو وہ اپنی دوربین نگاہ سے حضور کا مقام اور عالی مرتبہ فوراً پہچان گئے کہ

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لیے

حضرت صوفی صاحب نے ''اشتہار واجب الاظہار'' کے نام سے نہایت والہانہ الفاظ میں مفصل ریویو شائع کیا۔ اور بڑے پرشوکت الفاظ میں اپنے تاثرات سپرد قلم کئے۔ آپ سلسلہ بیعت سے قبل وفات پا گئے تھے مگر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کا نام اپنی کتاب ازالۂ اوہام میں درج اپنے عقیدت مندوں کی فہرست میں تحریر فرمایا۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جب اذن بیعت ہوا تو لدھیانہ میں حضرت صوفی صاحب کے مکان پر جا کر بیعت کا آغاز فرمایا۔

آفتاب نکلا ہے، اب ستارے رہبری نہیں کر سکتے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے 1999ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ میں اپنے تیسرے دن کے خطاب میں اصحاب حضرت مسیح موعود کے واقعاتِ بیعت اور ان کی روایات کی روشنی میں سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ کا تذکرہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت حکیم انوار حسین صاحب شاہ آبادیؓ جو حضرت مسیح موعود کے تین سو تیرہ صحابہ میں سے تھے اور حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ سے عقیدت کا تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے متعلق ایک روایت کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

حضرت صوفی (منشی) احمد جان صاحبؓ نے ایک کتاب لکھی انہوں نے اس کا پہلا حصہ دیکھا اور کہا کہ دوسرا بھی روانہ کر دیں۔ حضرت منشی صاحب کی طرف سے جواب گیا کہ اس کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔ آپ نے کہا کہ اس کا مسودہ ہی بھجوا دیں۔ جواب آیا کہ مسودہ بھی پھاڑ کر پھینک دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ پھاڑا ہوا مسودہ ہی بھجوا دیں اس پر حضرت منشی صاحب نے جواب دیا کہ

''آں قدح بشکست و آں ساقی نماند''

پنجاب میں آفتاب نکلا ہے۔ اب ستارے رہبری نہیں کر سکتے۔ اس کا نام مرزا غلام احمد ہے۔ اس نے کتاب براہین احمدیہ لکھی ہے وہ منگوا کر مطالعہ کریں۔''

(روزنامہ الفضل 24 اگست 1999ء صفحہ 1)

دل روشن ہو گیا

حضور نے اپنے اسی خطاب میں حضرت مسیح موعودؑ کے ایک اور صحابی حضرت ڈاکٹر عبدالغنی کڑک صاحبؓ کا واقعۂ بیعت بیان فرمایا کہ 1907ء میں زیارت اور بیعت کی۔ ابتداء میں مخالف تھے مگر حضرت مسیح موعود کی کتابیں پڑھ کر دل کی حالت بدل گئی۔ پھر بیعت کی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

''ایک دوست محمد امین صاحب کتاب انجام آتھم لائے کہ فراغت کے وقت اسے پڑھنا۔ دل میں کہا کہ دیکھوں تو سہی اس میں کیا لکھا ہے۔ کتاب پڑھی اس میں حضرت مسیح موعود نے علماء کا نام لے کر ان کو چیلنج کیا تھا۔ شروع سے اخیر تک ساری کتاب پڑھ ڈالی۔ دل روشن ہو گیا۔''

(روزنامہ الفضل 26 اگست 1999ء صفحہ 2)

میں دلائل توڑ نہیں سکتا

حضرت مستری قطب الدین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

''میرے احمدیت میں داخل ہونے کی اور ایمان لانے کا اصل باعث کتاب آسمانی فیصلہ اور ازالہ اوہام تھی۔ جن سے میرا شرح صدر ہوا۔ اور میں نے بیعت کر لی۔ میں جب آپ کی کتابوں کو پڑھ رہا تھا۔ تو سب سے پہلے میں نے بڑے

زور سے اپنے استاد کو تبلیغ شروع کی۔ میں وہی دلائل پیش کرتا تھا جو آپ نے بیان فرمائے ہیں۔ وہ میرے ان دلائل کو توڑ نہ سکے اور کہنے لگے کہ ہم اصحاب ظواہر ہیں۔ پھر میں نے اُن کو قرآن کریم کی آیات اور احادیث پیش کیں اور کہا کہ ان کے ظاہری معنی کر کے بتائیں وہ ان کے معنی بھی نہ کر سکے۔ آخر انہوں نے کہا کہ میں تمہارے دلائل کو توڑ نہیں سکتا اور نہ جواب دے سکتا ہوں مگر میں مانتا بھی نہیں۔ میرے استاد قرآن کریم کے حافظ صحاح ستہ کے ماہر اور تمام علوم عربیہ سے واقف تھے۔ یہ قوت میں نے حضور کی کتابوں اور حضور کے دلائل میں دیکھی کہ کوئی سامنے نہ آتا تھا اور علماء بھی دبتے تھے۔'' (الحکم 14 اگست 1935ء صفحہ 5)

دعوت الی اللہ کیلئے بہترین نسخہ

حضرت سیّد عزیز الرحمٰن صاحبؓ بریلی کے رہنے والے تھے اور 1897ء میں احمدی ہوئے۔ آپؓ کو بریلی میں جماعت احمدیہ کا آدم کہا جاتا ہے۔ آپؓ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کی تأثیرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک عرب آیا جب واپس جانے لگا تو اس نے عرض کیا کہ حضور میں زبانی دعوت الی اللہ نہیں کرسکتا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ تم ہماری کتب لوگوں کے گھروں، دکانوں اور مساجد میں ڈال دو۔

سیّد صاحب فرماتے تھے مجھے اس دن سے یہ نسخہ ہاتھ آ گیا اور اس ذریعہ سے میں نے بریلی اور منصوری کو فتح کرلیا۔ اسی طرح آپ نے حضرت صوفی تصور حسین صاحب کی بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت صوفی تصور حسین صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی شان میں نازیبا الفاظ کہتے ایک دفعہ وہ چاول خرید کر گھر جا رہے تھے۔ راستہ میں ستانے کے لئے میری دکان پر ٹھہرے میز پر خطبہ الہامیہ رکھا ہوا تھا اٹھا کر پڑھنے لگے قریباً چار گھنٹے پڑھتے رہے۔ آخر ان کے منہ سے 'اللہ اکبر' نکلا میں نے دل میں کہا یہ تو احمدیت کا شکار ہو گئے۔ پھر خدا کے فضل سے وہ احمدی ہوئے ان پر مخالفت کے پہاڑ اُمڈے۔ آخر حضرت صاحب کے حکم سے قادیان ہجرت کر کے چلے آئے۔'' (الحکم 21/28 جولائی 1936ء صفحہ 7)

گہرا اثر

حضرت مولوی جلال الدین صاحبؓ قریش خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ضلع قصور میں آباد تھے آپ کا خاندان پشت ہا پشت سے علم دوست، خدا پرست، حافظ قرآن چلا آ رہا ہے جب پہلے پہل براہین احمدیہ پنجاب میں شائع و مشہور ہوئی۔ تو آپ نے اسے مطالعہ فرمایا جس نے آپ کے قلب پر ایک گہرا اثر قائم کر دیا۔ مولوی قمر الدین صاحب مرحوم جو علاقہ فیروز پور کے ایک مشہور واعظ تھے جنھوں نے تحصیل علم مروجہ کی تکمیل کی ہوئی تھی جو آپ کے بہنوئی تھے ان کے ساتھ مل کر آپ نے براہین اور احمدیہ لٹریچر اور اشتہارات وغیرہ کو پڑھا مولوی قمر الدین صاحب سے علمائے پنجاب جب فتویٰ تکفیر پر دستخط کرانے کو آئے اور مُصرّ ہوئے تو ہر دو مولوی صاحبان نے اس فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اور صاف صاف کہہ دیا کہ مصنف کی کتاب کی تحریر سے خدائی رعب اور خاص عظمت الٰہی ظاہر ہو رہی ہے۔ لہٰذا ہم فتویٰ تکفیر پر دستخط نہیں کرتے۔

(الحکم 28 اکتوبر 1934ء صفحہ 5)

یہ جھوٹوں کا کلام ہو ہی نہیں سکتا

چوہدری مولا داد صاحب پنشنر سب انسپکٹر سکنہ سالار پور بیان کرتے ہیں کہ:

''میں نے حضرت مسیح موعود کے دست مبارک پر 1893ء میں بذریعہ خط لاہور سے بیعت کی ابتداء 1890ء میں چرچا سنا کرتا تھا کہ قادیان میں کسی مغل نے مہدویت کا دعوای کیا ہے۔ مجھے کسی کے ہاتھ سے ازالہ اوہام ملی۔ میرے ساتھ ایک صاحب نواب احمد حسن جھجھر کے نوابوں میں سے محکمہ پولیس میں ملازم تھے۔ ہم دونوں نے اس کتاب کامل کر مطالعہ کیا۔ نواب صاحب تو کتاب پڑھ کر سر دھنا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے۔ کہ یہ جھوٹوں کا کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد میں نے حضرت اقدس مسیح موعود کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔''

(الحکم 28 اکتوبر 1934ء صفحہ نمبر 7)

دل باغ باغ ہو گیا

حضرت چوہدری غلام حسن صاحبؓ آف گوجرانوالہ بیان کرتے ہیں کہ:

''میں مشن اسکول میں تعلیم پاتا تھا۔ جب اسلام کی برائیاں جو انجیل پڑھانے والا استاد کرتا تھا اس کے متعلق گھر آ کر مسجد کے مولوی سے دریافت کرتا تھا۔ تو وہ میری تسکین کرنے کے بجائے یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم اسی لئے تم کو منع کیا کرتے تھے کہ انگریزی نہ پڑھو عیسائی ہو جاؤ گے۔ اور اس کا مجھے کچھ علم نہیں ہے۔ آخر مجبور ہو کر خاموش ہو جاتا۔ جب طالب علمی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اور ملازمت اختیار کی۔ تو سیّد صاحب کی تفسیر اور ترجمہ صحیح بخاری و مسلم خریدی گئیں۔ ان کو پڑھنے سے کچھ معلومات ہو گئیں۔ اور قرآن کریم کے بار بار معنے پڑھنے سے علم میں ترقی ہو گئی۔ مگر پوری پوری تسکین نہ ہوئی۔ اسی اثناء میں حضرت مسیح موعود کی تعلیم بھی کانوں تک پہنچی۔ اور علماء سے دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ یہ شخص منسوخ قرآنی آیتوں پر عمل کرتا ہے۔ اب دل میں اور شبہ پیدا ہو گیا۔ کہ قرآن کریم بھی ایسی کتاب ہے جس پر عمل درست نہیں اسی اثناء میں میرے ایک دوست نے اللہ تعالیٰ اس کو مغفرت کرے۔ 'ازالہ اوہام' ہم کو پڑھنے کے لیے بھیجی۔ جس کو میں نے بڑے غور سے پڑھا۔ میرے بہت سے شکوک رفع ہو گئے۔ پھر اور کتابیں منگا کر پڑھتا رہا۔ جب یہ پڑھا کہ قرآن کریم کا ایک لفظ بھی منسوخ نہیں ہوا۔ اور متشابہات و محکمات کی بحث کو پڑھا۔ تو دل باغ باغ ہو گیا۔ اور اسلام کا منور چہرہ مجھ کو نظر آ گیا۔ تو میں مسیح موعود کے قدموں میں جا گرا۔ اور بیعت کر لی۔ اور اب تک بیعت پر قائم ہوں۔'' (الحکم 14 جنوری 1934ء صفحہ 10)

ایک عجیب تبدیلی پیدا ہو گئی

حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی اللہ دینؓ سکندر آبادی بیان کرتے ہیں کہ:

''سر آغا خان کو ماننے والی خوجہ قوم کا میں ایک فرد ہوں۔ یہ عجیب فرقہ ہے جس کے نزدیک نماز بھی فرض نہیں اس لئے ان کو مسجد کی بھی ضرورت نہیں اس طرح

ہمارا خاندان بھی نماز کا پابند نہ تھا۔ سال بھر میں صرف دو بار عید کی نماز کے لیے مسجد میں جانا ہوتا تھا اور بس۔ مجھے بعض فرقوں کی دینی کتب دیکھنے کا موقعہ ملا۔ مگر کسی میں بھی خاص اثر یا کشش نہ پایا۔ مگر 1913ء میں جب میں 36 سال کی عمر کا تھا۔ ایک حسن اتفاق سے حضرت مسیح موعود کی مشہور کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی Teachings of islam دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ کتاب پڑھتے ہی میرے دل میں ایک عجیب تبدیلی پیدا ہوگئی۔ پڑھنے کا شوق پیدا ہوا جس کے نتیجہ میں خاکسار نے مختلف مسائل کے متعلق قرآن شریف کی اکثر آیات ایک جگہ جمع کر کے انگریزی زبان میں Extracts from Holy Quran نام سے ایک کتاب تیار کر کے مفت شائع کردی۔ اس کے علاوہ نماز کا پابند ہوگیا۔ پانچ وقت کی نماز کے علاوہ نوافل اور تہجد باقاعدہ پڑھنے لگا۔ سالانہ زکوٰۃ بھی نکالنی شروع کی۔ حج کی تیاری کی اور بعد میں اہل وعیال کے ساتھ یہ فرض بھی ادا کیا۔ ہماری کمپنی میں جو ناجائز کام ہوتے تھے اور جس کو ہم تجارتی فن سمجھتے تھے وہ سب موقوف کر کے کاروبار میں راستی اور دیانت داری کا سلسلہ جاری کردیا۔''

(الحکم 28 جون 1934ء صفحہ 11)

تیر بہدف نسخہ

حضرت مولانا علی محمد صاحبؓ زیرہ ضلع فیروز پور میں احمدیت کی تخم ریزی کرنے والے جدّی گروہ کے سرخیل تھے۔ محترم ثاقب زیروی صاحب آپ کی بیعت کا واقعہ قلمبند کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ضلع جالندھر کے ایک صحابی میاں جھنڈا دو ایک جُمعوں پر حضرت مولوی صاحب کو مسیح موعود کے ظہور پُر نور کا مژدہ سنانے آئے۔ مگر دونوں دفعہ ان کے حکم پر مسجد سے دھکے دے کر نکال دیئے گئے۔ حتیٰ کہ وہ ایک دن حضرت مسیح موعودؑ کے تیر بہدف نسخہ تزکیہ نفس ''آئینہ کمالات اسلام'' سے لیس ہوکر آ دھمکے اور ایسی شست باندھ کر تیر چھوڑا کہ عین سینے سے لگ کر آر پار ہوگیا۔ اور حضرت مولانا گھائل ہوگئے اور اپنے سینے سے ٹکرا کر دامن میں آکر گرنے والی اس کتاب کے چند ہی صفحات کا مطالعہ کرنے کے بعد بے ساختہ پکار اٹھے:

''ہم تو اب تک اس شخص کو صرف فیضی زماں ہی سمجھتے رہے۔ یہ تو امام زماں نکلا۔''

(لاہور تاریخ احمدیت از شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صفحہ 405)

زندہ کردیا

حضرت میاں محمد الدین صاحبؓ آف کھاریاں زمانۂ طالب علمی سے ہی آپ پر دہریت کا غلبہ ہوگیا۔ چونکہ مڈل میں آپ جس جماعت میں پڑھتے تھے اس میں 18 طالب علم جن میں سے کئی آریہ کئی برہمو اور اکثر دہریہ ہوگئے سو اس اثر کی وجہ آپ بھی دینیات سے دور ہوتے گئے۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ میں قصّہ خوانی وغیرہ میں مشغول رہتا اور ایسی ہی قماش کے نوجوانوں کی مجلس میرے پاس لگی رہتی تھی کہ اللہ رحمٰن نے میری ہدایت کے سامان پیدا فرمائے۔ جب آپ کو حضرت اقدس کی کتب ملیں اور آپ نے ان کا مطالعہ کیا تو ان کتب کی تاثیر نے آپ کو زندہ کردیا اور ساری ظلمت جاتی رہی۔ چنانچہ آپ براہین احمدیہ کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ:

''میں نے براہین احمدیہ پڑھنی شروع کی براہین احمدیہ کیا تھی؟ آب حیات کا بحر ذخّار تھا۔ براہین احمدیہ کیا تھی؟ ایک تریاق کوہ لانی تھا یا تریاق اربعہ دافع صرع ولقوہ تھا۔ براہین احمدیہ کیا تھی؟ ایک عین روح القدس یا روح مکرم یا روح اعظم تھا۔ براہین احمدیہ کیا تھی؟ يسبح الرعد بحمده (۔) تھی۔ براہین احمدیہ کیا تھی؟ ایک نور خدا تھا جس کے ظہور سے ظلمت کافور ہوگئی ...... آریہ، برہمو، دہریہ لیکچراروں کے بداثر نے مجھے اور مجھ جیسے اکثروں کو ہلاک کردیا تھا۔ اور ان اثرات کے ماتحت لایعنی زندگی بسر کر رہا تھا۔ کہ براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے جب ہستی باری تعالیٰ کے اثبات کو پڑھتا ہوا صفحہ 90 کے حاشیہ 4 پر اور صفحہ 129 کے حاشیہ 11 پر پہنچا تو معاً میری دہریت کافور ہوگئی۔ اور میری آنکھ ایسی کھلی جس طرح کوئی سویا ہُوا یا مرا ہوا جاگ کر زندہ ہو جاتا ہے۔ سردی کا موسم، جنوری 1897ء کی 19 ر تاریخ تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ کہ جب میں ''ہونا چاہیے'' اور ''ہے'' کے مقام پر پہنچا۔ پڑھتے ہی میں نے فوراً توبہ کی۔ کورا (نیا) گھڑا پانی کا بھرا ہوا باہر صحن میں پڑا تھا۔ تختہ سہ پیائش کی میرے پاس رکھی ہوئی تھی۔ سرد پانی سے تہبند (الاچہ) پاک کیا۔ (میرا ملازم مسمّی منگتو سو رہا تھا۔ وہ جاگ پڑا۔ وہ مجھ سے پوچھتا کہ کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ الاچہ مجھ کو دو میں دھوتا ہوں۔ مگر میں اس وقت ایسی شراب پی چکا تھا کہ جس کا نشہ مجھے کسی سے کلام کی اجازت نہ دیتا تھا۔ آخر منگتو اپنا سارا زور لگا کر خاموش ہوگیا) اور میں نے گیلا الاچہ پہن کر نماز پڑھنی شروع کی۔ اور منگتو دیکھا کیا۔ محویت کے عالم میں نماز اس قدر لمبی ہوئی کہ منگتو تھک کر سو گیا۔ اور میں نماز میں مشغول رہا۔ بس یہ نماز براہین احمدیہ نے ایسی پڑھائی کہ بعد ازاں اب تک میں نے نماز نہیں چھوڑی۔''

(الحکم 14/21 اکتوبر 1938ء صفحہ 9)

جس نے آنا تھا وہ آ گیا

حضرت چوہدری غلام محمد صاحبؓ آف نارووال بیان کرتے ہیں کہ:

''میرے خسر چوہدری عمر الدین صاحب مرحوم ساکن قلعہ صوبہ سنگھ قادیان سے واپس آئے اور مجھے کہا کہ جس نے آنا تھا وہ آ گیا۔ اور اپنے ساتھ ازالۂ اوہام کتاب بھی لائے۔ دو تین ماہ بعد میں نے کسی جگہ سے اس کا ایک صفحہ پڑھا اور متاثر ہوکر احمدی ہوگیا۔ یہ واقعہ 1903ء کا ہے۔ میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بڑی سی کوٹھی ہے۔ اور اس میں بہت بڑا مجمع ہے۔ یہ کوٹھی قادیان میں تھی اور وہاں ایک شخص ہے۔ جس کی بغل میں بہت سی روٹیاں ہیں۔ اور وہ تقسیم کر رہا ہے۔ قادیان جا کر میں نے اس شخص کو پہچان لیا ان کا نام میر مہدی حسین ہے۔ اور اس وجہ سے مجھے ان سے ایک خاص محبت ہوگئی ہے۔ اور وہ ابھی تک زندہ ہیں۔ اور وہ بھی مجھے جانتے ہیں۔ جب میں قادیان گیا۔ اور روٹیوں کی تعبیر کے لئے طبیعت بے چین تھی۔ میر صاحب مذکور ان ایّام میں سلسلہ کے کتب خانہ کے انچارج تھے۔ اور حقیقت الوحی، چشمہ معرفت، اور بھی چند کتب ''جنگ مقدس، سرمہ چشم آریہ، تحفہ گولڑویہ، تحفہ غزنویہ، مسیح ہندوستان میں'' غرضیکہ بہت سی کتابیں مَیں نے خریدیں

اوراس طرح سے میری تعبیر پوری ہوگئی۔ یہ خواب تین ماہ قبل بیعت سے ہے۔

(الحکم 7 اکتوبر 1938ء صفحہ 3)

کتاب کو پڑھ کر لٹو ہو گئے

گوجرانوالہ کے حضرت شیخ کریم بخش صاحبؓ اور حضرت شیخ صاحب دین صاحبؓ کو خدا تعالیٰ نے احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ ''حضرت صاحب کے دعویٰ کے معاً بعد جب شہر میں حضور کی آمد کا ہر جگہ چرچا شروع ہوا تو حضرت شیخ صاحب دین صاحب کو جوان دنوں مڈل کے طالب علم تھے۔ انہوں نے اپنے استاد حضرت مولوی احمد جان صاحب سے دریافت کیا کہ یہ مرزا صاحب کون ہیں؟ جن کی شہر میں ہر جگہ باتیں ہو رہی ہیں۔ حضرت مولوی صاحب موصوف شیخ صاحب کی خوش قسمتی سے احمدی تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیٹا آج دنیا میں قرآن کریم کو جاننے اور سمجھنے والے صرف مرزا صاحب ہی ہیں۔ ان کی اس بات سے متاثر ہو کر حضرت شیخ صاحب نے اپنے بڑے بھائی شیخ کریم بخش سے کہا کہ کل تم اپنے ماسٹر صاحب سے حضرت مرزا صاحب کی کوئی کتاب لے آنا چنانچہ حضرت شیخ صاحب کے مطالبہ پر حضرت مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود کی مشہور کتاب براہین احمدیہ ہر چہار حصص دے دی۔ حضرت شیخ کریم بخش صاحب تو اس کتاب کو دیکھ کر لٹو ہو گئے۔ اور فوراً قادیان جا کر بیعت کر آئے۔ ان کی واپسی پر حضرت شیخ صاحب دین صاحب نے بھی بیعت کا خط لکھ دیا۔ یہ واقعہ 92-1891ء کا ہے۔ یہ دونوں بھائی چونکہ گوجرانوالہ کی ایک وسیع برادری کے افراد تھے۔ اس لئے ان کی خوب مخالفت ہوئی۔ مگر انہوں نے اس کی قطعاً پرواہ نہ کی۔ تھوڑے دنوں کے بعد دونوں بھائی قادیان گئے۔ اور حضرت شیخ صاحب دین صاحب نے بھی دستی بیعت کر لی۔''

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 139-140)

آسمان پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے

حضرت منشی گلاب دین صاحبؓ رہتاس (جہلم) جب 44 سال کے ہوئے تو ان کی زندگی میں ایک حیرت انگیز واقعہ رونما ہوا۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

''چونکہ یہ زمانہ حضرت امام مہدی کے ظہور کا تھا۔ ہر خاص و عام امام مہدی کی آمد کا منتظر تھا۔ سعید فطرت لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارات کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت منشی صاحب کی ہمشیرہ رانی (زوجہ علی بخش) نے خواب میں دیکھا کہ آسمان پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے۔ اور ہر طرف روشنی پھیل گئی ہے۔ انہوں نے صبح اٹھ کر اپنی خواب حضرت منشی صاحب کو سنائی اور صرف اتنا کہا کہ مہدی آ گیا ہے، اس کو ڈھونڈو۔ اس کے کچھ دن بعد حضرت منشی صاحب کے ایک نہایت متقی شاگرد سیّد غلام حسین شاہ نے جو جہلم کچہری محکمہ مال میں ملازم تھے۔ آپ کو حضرت مسیح موعود کا ایک اشتہار اور دو کتب مطالعہ کیلئے بھیجیں کہ غور سے ملاحظہ کریں۔ اور دیکھیں کہ مصنف کس شان کا شخص ہے۔ جب آپ نے وہ کتابیں دیکھیں۔ (جن میں سے ایک کتاب براہین احمدیہ تھی) آپ نے اپنی ہمشیرہ سے کہا مبارک ہو آپ کی خواب پوری ہوگئی ہے۔ امام مہدی کا ظہور ہو گیا ہے۔''

(الفضل قادیان 27 جنوری 1921ء)

''یہ شخص بے بدل لکھنے والا ہے''

کپورتھلہ کی جماعت سے حضرت مسیح موعودؑ کو ایک خاص تعلق تھا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود نے 1909ء کے ایک سفر کے حالات تحریر کرتے ہوئے فرمایا:

''ان لوگوں پر خدا کا کچھ ایسا فضل ہے کہ ان کا پائے ثبات ذرہ بھی لغزش نہیں کھاتا۔ اور اس کی اصل وجہ یہ ہے انہوں نے حضرت مسیح موعود کی معجزانہ زندگی کو دیکھ کر آپ کی بیعت ہی نہیں کی بلکہ عشق پیدا کیا اور یہاں تک ترقی کی ہے کہ ''لیلیٰ را بچشم مجنوں بائید دید کا معاملہ ہو گیا۔''

(اصحاب احمد جلد چہارم۔ روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ صفحہ 51)

کپورتھلہ کی جماعت کو براہین احمدیہ کے مطالعہ سے قبول احمدیت کی توفیق ملی۔ چنانچہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر فرزند حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی فرماتے ہیں:

''براہین احمدیہ جب چھپی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا ایک نسخہ حاجی ولی اللہ صاحب کو بھیجا جو کہ کپورتھلہ میں مہتمم بندوبست تھے۔ اور ہمارے پھوپھا صاحب مرحوم منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور کے چچا تھے۔ حاجی صاحب براہین احمدیہ کا نسخہ اپنے وطن قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ میں لے گئے۔ وہاں عندالملاقات والد صاحب (حضرت منشی ظفر احمد صاحب) کو وہ کتاب حاجی صاحب نے دے دی۔ والد صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہم اس کتاب کو پڑھا کرتے تھے۔ اور اس کی فصاحت و بلاغت پر عش عش کر اٹھتے کہ یہ شخص بے بدل لکھنے والا ہے۔ اور براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے والد صاحب کو حضرت صاحب سے محبت ہوگئی۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد والد صاحب کپورتھلہ آ گئے اور حاجی صاحب والد صاحب سے براہین احمدیہ پڑھوا کر سنتے۔ منشی اروڑہ صاحب اور محمد خان صاحب نے بھی کتاب کا مطالعہ کیا اور انہیں بھی محبت پیدا ہوئی۔ اس کے بعد اتفاق ایسا ہوا کہ والد صاحب جالندھر اپنے ایک رشتہ دار کو ملنے گئے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب بھی کسی سفر کے اثناء میں جالندھر ٹھہرے۔ اور بعد کا واقعہ والد صاحب کی روایات میں مفصل درج ہے۔ اور جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے۔ والد صاحب کی آمدورفت قادیان شروع ہوگئی۔ یہ 1884ء و 1885ء کے قریب کا واقعہ ہے۔ والد صاحب نے بہت دفعہ حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور بیعت لے لیں۔ لیکن حضور نے انکار فرمایا کہ مجھے حکم نہیں۔ جب لدھیانہ سے حضور نے بیعت کا اعلان فرمایا تو والد صاحب و محمد خان صاحب اور منشی اروڑہ خان صاحب کے نام ایک خط لکھا کہ آپ بیعت کے لئے کہا کرتے تھے مجھے اب اذن الٰہی ہو چکا ہے۔ اس خط کے مطابق مذکورہ افراد نے لدھیانہ پہنچ کر بیعت کی۔''

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 19-20)

باقی صفحہ 8 پر ملاحظہ فرمائیں

ذکرِ نصیبین ...... (میری ڈائری کا ایک ورق)

(طارق حیات مربی سلسلہ پاکستان)

آج 16 نومبر 2010ء ہے اور منگل کا دن ہے اور آج عید الاضحیٰ ہے۔اور یہ 1431 ہجری ہے شائد۔میں نے سویرے اپنے وطن سے ہزار ہا میل دور عید کی نماز پڑھائی ۔میرے پیچھے دو مقتدی تھے،ایک ربوہ سے اور دوسرے قادیان سے۔

دو رکعت نماز کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ عید کا ایک حصہ پڑھ کر سنایا اور دعا کروائی، ہم تینوں نمازی آپس میں گلے ملے۔اس یادگار ترین دن کو کیمرہ کا Auto سسٹم آن کر کے تصاویر میں محفوظ کیا اور سریانی کلاس میں شرکت کے لئے چرچ کو چل دیئے۔عید کی وجہ سے پبلک ٹرانسپورٹ بند ہے۔اس لئے آدھا راستہ پیدل چلے اور باقی آدھا سفر بامر مجبوری ٹیکسی پر کیا یوں ہم بروقت کلاس میں پہنچ گئے۔

ہم لوگ چرچ بنام ''دیر ماریعقوب النصیبینی'' کے ماتحت کام کرنے والے ادارہ کے تجربہ کار استاد صاحب سے سریانی زبان کی کلاس مکمل کر کے باہر نکلے اور شہر کے مرکزی بازار اور سبزی منڈی سے گزر کر شمال کی جانب بڑھے اور قدیم مینار والی مسجد کی طرف نکلے تا ترکی اور شام کے مشترکہ بارڈر پر کھڑے ہو کر اپنے شہر سے ملحق شہر ''نصیبین'' کا نظارہ کر لیں۔جسے قدیم نقشوں میں Nisibis اور زمانہ حال میں Nusaybin کے ہجوں سے دکھایا جاتا ہے۔جنوب مشرقی ترکی کا یہ شہر شام کے بارڈر سے صاف نظر آتا ہے۔

وہی نصیبین جو تاریخ کے تقریباً ہر دور میں قابل ذکر رہا اور موجودہ عراق یعنی قدیم میسوپوٹامیہ کے شمال میں واقع ہونے کی وجہ سے دو عظیم الشان سلطنتوں ،رومیوں اور ساسانیوں کی باہمی جنگ وجدال کی تاریخ میں مذکور ہوتا آیا ہے اور مشرقی عیسائیت کی مذہبی تعلیمی مرکز کے طور پر معروف رہا ہے۔الغرض مغربی علاقوں سے مشرق کی طرف سفر ہو یا دیگر متمدن علاقوں کے باہمی تجارتی وثقافتی روابط کی تاریخ، یہ شہر بطور اہم گزرگاہ سمجھا جاتا تھا۔

مقدم الذکر تعلیمی ادارہ کے نام کا محرک بننے والے عیسائی بزرگ ''ماریعقوب نصیبینی'' کا تعارف یہ ہے کہ وہ نصیبین کے سریانی عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا تھا اور تعلیم مکمل کر کے نصیبین کے چرچ کا اسقف (بشپ) بن گیا،اس عالم فاضل شخص نے اپنی حیات میں شہر نصیبین میں سریانی زبان کی تعلیم کا ایک بہت بڑا مدرسہ بنوایا تھا۔اس کی وفات 338ء میں ہوئی تھی۔

مقامی لوگ بتاتے ہیں کہ جب ترکی میں عثمانی دور کے آخر میں سریانی لوگوں نے اناطولیہ (موجودہ ترکی) سے متفرق وجوہات کی بناء پر موجودہ ملک شام کی طرف ہجرت کی تو مقدم الذکر چرچ اور اس میں قائم عیسائی بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کا مدرسہ اسی ''مار'' یعنی استاد یا سید یا آقا کے نام پر بنایا گیا تھا۔خاکسار نے اس چرچ کی ایک دیوار پر اس کی تعمیر کا سال 1936ء درج دیکھا تھا۔

ہم نصف نومبر کی چمکیلی دھوپ کی تمازت کا لطف اٹھاتے پہلے جامع الکبیر میں گئے، بلاشبہ اس مسجد کا اکلوتا اور بلند مینار قدیم شامی طرز تعمیر کی یادگار ہے اور بغیر کسی دوربین کے بارڈر سے اس پار نصیبین ،ترکی میں بھی بالکل ایسا ہی قدیم مینار ایستادہ نظر آیا۔دراصل موجودہ القامشلی اور نصیبین ایک ہی شہر تھے۔اور سلطنت عثمانیہ کے بعد جب 1920ء سے 1945ء تک یہاں فرانسیسی قابض رہے تو ان کے جانے کے بعد ترکی سے نئے بارڈر کی تشکیل کے لئے اس شمالی شام میں یہ طے پایا کہ ریلوے لائن کو حد فاصل تسلیم کر لیا جائے یوں آدھا شہر ترکی میں چلا گیا اور باقی آدھا ملک شام کی ملکیت ٹھہرا۔اور ملک شام کے ملکیتی شہر کا نام ''القامشلی'' معروف ہو گیا۔ترکی کے وسط اور جنوب کے درمیان دیوار کی طرح کھڑے طوروس (Taurus) کے نام سے معروف پہاڑی سلسلہ کے ساتھ ساتھ بچھائی جانے والی یہ ریلوے لائن بھی فرانسیسی دور کی یادگار ہے خاکسار کو مختلف اسفار کے دوران یہ ریلوے لائن القامشلی / نصیبین سے مغرب کی جانب تقریباً ساٹھ کلومیٹر تک ، دن کی روشنی میں بھی اور رات کی مصنوعی روشنیوں میں بھی دیکھنے کا موقع ملا۔

زمانہ قدیم سے نصیبین / القامشلی کی مقدم الذکر پوری پٹی ہی ایشیا اور یورپ کی حد فاصل سمجھی جاتی تھی اس بات کا ایک اشارہ ہمیں ''درباسیہ'' نامی قصبہ کے سفر کے دوران ملا۔یہ قصبہ القامشلی سے مغرب کی جانب ساٹھ کلومیٹر دور واقع ہے۔عربی زبان میں درب، راستہ کو کہتے ہیں اور آسیا، ایشیا کی عربی شکل ہے۔

مگر قارئین کرام! آج یہ صورت حال ہے کہ گہری دوستی اور شدید دشمنی کے متفرق ادوار کی طویل تاریخ رکھنے والے ترکی اور شام کے درمیان بطور بارڈر مانی جانے والی مقدم الذکر ریلوے لائن کی دونوں اطراف میں تین قطاروں میں بچھی خاردار تاریں اب NATO کی مرحمت کردہ میزائل شکن دیوہیکل مشینوں سے بدل چکی ہیں تب میں نے دیکھا تھا کہ ریلوے لائن کے ایک طرف خاردار تاروں کا گچھا نما رول نیچے زمین پر بچھا ہے جس کا قطر تقریباً ڈیڑھ سے دو فٹ ہو گا۔اور تقریباً ایک یا آدھا فٹ ساتھ اسی طرح کا خاردار تار کا دوسرا رول بچھا ہوا ہے اور ان دونوں کے عین اوپر تیسرا رول باندھا گیا ہے یعنی ایک روک کی بلندی کوئی چار فٹ تک اور چوڑائی پانچ فٹ تک ہو گی اور ریلوے لائن کی دوسری جانب عین اسی طرز پر خاردار تاریں بچھی نظر آتی تھیں۔ترکی کی جانب فوجی چوکیاں قائم تھیں مگر فوجیوں سے خالی .... ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ ترکی کی جانب ایک کچا راستہ تھا جس پر کبھی کبھار اونچی جسامت والا اکلوتا ٹرک چند فوجیوں کو بٹھائے گشت کرتا نظر آ ہی جاتا تھا۔اس ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ فرانسیسی فوجیوں کی بیرکیں بھی تھیں ان میں سے بعض اب بھی شام کی حکومت کے زیر استعمال ہیں۔

بارڈر کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے تخیل بھی محو سفر تھا کہ اسی نصیبین کی اہمیت اجاگر کرنے والا بنیادی ترین امر یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''مسیح ہندوستان میں'' میں درج فرمایا ہے کہ روایات بتاتی ہیں کہ واقعہ صلیب کے بعد (کتاب ''روضۃ الصفا'' میں مندرج تفصیل کے مطابق) نصیبین کے بادشاہ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو خط لکھ کر اپنے پاس بلایا تھا، ایک انگریز نے بھی اس روایت

کی تائید کی ہے اور بادشاہ کا وہ خط بھی شائع کیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی یقین تھا کہ یہاں کے آثار کی تلاش سے کچھ ٹھوس دلائل ضرور ہاتھ آ سکتے ہیں۔ مثلاً کوئی تحریر سامنے آ سکتی ہے یا کوئی کتبہ نکل سکتا ہے۔ کسی حواری کی قبر دریافت ہوسکتی ہے۔ یا ایسے امور سامنے آ سکتے ہیں جو سلسلہ کے مقاصد کے مفید مطلب ہوں۔

نیز آنحضورﷺ کے خوش نصیب صحابی حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی لکھا ہے کہ وہ اصفہان، فارس (موجودہ ایران) سے اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ پہنچنے تک موصل، نصیبین اور عموریہ میں قیام پذیر رہے تھے۔ پھر آنحضورﷺ سے رات کے وقت آن کر ملاقات کرنے والے لوگوں کو بھی نصیبین کے یہودی بتایا جاتا ہے۔ نیز حضرت مسیح الناصری کے پیدائش کے وقت مشرق سے تحائف لے کر آنے والے کون تھے؟ مفسرین نے بہت تفصیل سے اس بابت لکھا ہے۔ یہ سب امور دماغ میں گردش کرتے ہوئے ہمیں تمام مناظر کو اپنے آنکھوں میں بھرنے کی بھرپور دعوت دینے لگے۔

الغرض ہم نصیبین کے بارہ میں سوچتے ہوئے بارڈر تک پہنچے تو شہر صاف نظر آنے لگا۔ یہاں سے ہمیں ایک تو وہ اول الذکر مینار جیسا مینار نظر آیا کیونکہ اس کی انفرادیت کو نمایاں کرنے والا امر یہ تھا کہ اس کے علاوہ دیگر نظر آنے والی تمام مساجد کے مینار سفید، لمبے اور پتلے تھے جو خاص ترکی طرز تعمیر کی نشانی ہے۔ پہاڑی پر آباد اس وسیع شہر کے قدیم اور جدید گھر، سڑکوں پر دوڑتی ٹریفک صاف نظر آ رہی تھی۔ (موجودہ خانہ جنگی نے شام اور ترکی کے تعلقات میں کشیدگی اور تلخی پیدا کر دی ہے ورنہ سال 2011ء کی پہلی سہ ماہی تک ترکی اور شام کی دوستی عروج پر تھی، معاہدات ہو رہے تھے، تجارت اور ویزہ کی آسانیاں تھیں، سربراہان کی ملاقاتوں میں دونوں ہمسایہ ممالک کو ''جڑواں بھائی'' قرار دیا جاتا تھا حالانکہ ''شقیقتان'' کی اصطلاح عرب دنیا میں صرف برادر عرب ممالک کے لئے مستعمل ہے)

قصہ مختصر، بارڈر کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے شام والی طرف ہی ترکی زبان میں بعض اشتہارات بھی آویزاں تھے جن میں سے ایک تو کسی ڈاکٹر کے کلینک کا اشتہار تھا۔ دراصل دونوں ممالک کے شہریوں کے لئے آمد و رفت کی سہولیات بہت زیادہ ہیں۔ ہمیں اپنے سامنے طوروس پہاڑ بھی نظر آئے جو بنجر زیادہ اور سرسبز کم نظر آئے۔ اور تاحد نگاہ ان پہاڑی چوٹیوں پر خال خال ہی کوئی درختوں کے مجموعے تھے اور باقی سب صاف اور چٹیل نظر آتا تھا۔ کیونکہ عین دوپہر کا وقت تھا اور سورج کی چمک میں ان پہاڑوں کا نظارہ خاص لطف دیتا رہا۔

وہ نصیبین نظروں کے سامنے تھا جس میں بعض آثار اور شواہد کی تلاش کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیگر دو مقامات کے ساتھ اس جگہ بھی ایک وفد بھجوانے کے لئے تشکیل دیا مگر وہ بوجوہ روانہ نہ ہوسکا تھا۔

تب میری محبت اور دلی شوق نے میرے کان میں سرگوشی کی تم بھی تو اسی کاروان کی طرف منسوب ہو، اور جرس کارواں کی بازگشت کو تعویذ حیات مانتے ہو، اسی چشمہ فیض سے اپنے تخیل کی کڑوی جھیلوں کو ٹھنڈے شیریں پانی سے بھرنے والے ہو۔ خواہ اس سارے نقشہ میں تم گرد راہ سے بھی نیچے درجہ پر ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ وہ تمہیں بھی اس بابرکت مجوزہ سفر کی برکات سے صدی بعد بھی فیضیاب کر دے۔ تب دل نے یہ بھی گواہی دی کہ ''نِیَّۃُ الْمُؤمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ'' پر ماہرین جرح و تعدیل لاکھ خامہ فرسائی کریں لیکن جریدہ عالم دیکھ چکا ہے کہ سب سے بڑے مومن اور امام وقت کی اپنے پاک اصحاب کو نصیبین بھجوانے کی نیت کے شیریں ثمار چار سو طرح بہ طرح پھوٹ رہے ہیں اور دنیا حضرت مسیح الناصری علیہ السلام کے واقعہ صلیب سے زندہ بچ جانے اور سفر کشمیر کے قائل ہوتی جاتی ہے۔

یوں متفرق امور کو ذہن میں رکھ کر ہم دیر تک شہر نصیبین کا مشاہدہ کرتے رہے اور لوٹ آئے۔ نماز عشاء کے بعد جب روزمرہ کی مصروفیات اور مطالعہ سے فارغ ہو کر دن بھر کی ڈائری لکھنے بیٹھا ہوں تو لکھتے لکھتے خیال آیا کہ نصیبین کے تعلق سے حوالہ جات کا ہی اندراج کر دوں۔ تا آج کی یادگار سیر یادگار ترین بن جائے۔

تاریخ احمدیت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیح ناصری کے واقعہ صلیب سے بچ جانے اور سفر کشمیر کے حوالہ سے نقلی اور عقلی دلائل کا انبار لگانے کے بعد بھی اپنی تحقیقات کو جاری رکھا اور مزید واضح دلائل کی تلاش میں نصیبین کی طرف ایک وفد تجویز فرمایا۔ کشمیر کے لئے آپؑ کے مخلص مرید حضرت خلیفہ نورالدین صاحب مقرر ہوئے۔ کابل اور کوہ نعمان کے لئے مقامی آدمی تجویز ہوئے اور نصیبین کے لئے ایک وفد تشکیل پایا جس کے امیر حضرت مرزا خدابخش صاحب رضی اللہ عنہ نامزد ہوئے اور حضرت میاں جمال الدین صاحب اور مولوی حکیم قطب الدین صاحب بدوملہوی صاحب بذریعہ قرعہ اندازی اس وفد میں شامل ہوئے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس وفد کے ممبران کے لئے بطور خاص توجہ فرما رہے تھے جیسے مکتوبات احمد، جلد دوم حصہ دوم کے صفحہ 247 تا 252 پر حضرت مرزا خدابخش صاحبؓ کو نصیبین بھیجنے کی تجویز اور اس کے انتظامات کو مکمل کرنے، مرزا خدا بخش صاحب کو ضروری نوٹس لکھوانے کے لئے مالیر کوٹلہ سے قادیان بھجوانے جیسے امور کا ذکر حضرت نواب محمد علی خان صاحب مالیر کوٹلہ سے خط و کتابت میں بھی جابجا مل جاتا ہے۔

وفد کے سفر کے اخراجات کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 4 /اکتوبر 1899ء کو بذریعہ اشتہار ایک پُرزور تحریک فرمائی جس پر لبیک کہتے ہوئے حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب نے مرزا خدابخش صاحب کا خرچ اپنے ذمہ لے لیا اور باقی دو افراد کے اخراجات نواب محمد علی خانصاحب نے بھجوا دیئے۔ علاوہ ازیں منشی عبدالعزیز صاحب اوجلہ۔ میاں جمال الدین صاحب۔ میاں امام الدین صاحب۔ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی بلکہ خود مرزا خدابخش صاحب نے بھی چندہ دیا۔ ان احباب کی قربانی پر حضورؑ نے تعریفی کلمات ارشاد فرمائے اور لکھا ''ان چاروں صاحبوں کے چندہ کا معاملہ نہایت عجیب اور قابل رشک ہے کہ وہ دنیا کے مال سے نہایت ہی کم حصہ رکھتے ہیں۔ گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح جو کچھ گھروں میں تھا وہ سب لے آئے ہیں اور دین کو آخرت پر مقدم کیا جیسا کہ بیعت میں شرط تھی''۔

الغرض سفر کے اخراجات اور دیگر امور کا انتظامات مکمل ہونے پر 12، 13، 14 نومبر 1899ء کو ان اصحاب کی روانگی کا جلسہ ہوا جو بہت دھوم دھام سے منعقد

ہوا، اس میں بیرونجات سے بھی بہت سے احباب شامل ہوئے اور بزرگان سلسلہ میں سے حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی صاحب کی تقاریر بھی ہوئیں۔

1899ء کے اس اجتماع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت لمبی اور پُرازمعانی تقریر فرمائی، قارئین کے لئے بطور نمونہ چند اقتباسات درج کرتا ہوں:

''......جس دن سے میں نے نصیبین کی طرف ایک جماعت کے بھیجنے کا ارادہ کیا ہے۔ ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ اس خدمت پر مامور کیا جائے اور دوسرے کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور آرزو کرتا ہے کہ اس کی جگہ اگر اس کو بھیجا جائے۔ تو اس کی بڑی ہی خوش قسمتی ہے۔ بہت سے احباب نے اس سفر پر جانے کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا، لیکن میں ان درخواستوں سے پہلے مرزا خدابخش صاحب کو اس سفر کے واسطے منتخب کر چکا تھا اور مولوی قطب الدین اور میاں جمال دین کو ان کے ساتھ جانے کے واسطے تجویز کر لیا تھا۔ اس واسطے مجھے ان احباب کی درخواستوں کو رد کرنا پڑا۔ تاہم میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جنہوں نے بصد مشکل اور سچے اخلاص کے ساتھ اپنے آپکو اس خدمت کے لئے پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی پاک نیتوں کے ثواب کو ضائع نہیں کرے گا اور وہ اپنے اخلاص کے موافق اجر پائیں گے۔

دور دراز بلاد اور ممالک غیر کا سفر آسان امر نہیں ہے؛ اگرچہ یہ سچ ہے کہ اس وقت سفر آسان ہو گئے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ کس کو علم ہوسکتا ہے، کہ اس سفر سے کون زندہ آئے گا۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بیویوں اور دوسرے عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر جانا کوئی سہل بات نہیں ہے۔ اپنے کاروبار اور اپنے معاملات کو ابتری اور پریشانی کی حالت میں چھوڑ کر ان لوگوں نے اس سفر کو اختیار کیا ہے اور انشراح صدر سے اختیار کیا ہے۔ جس کے لئے میں یقین رکھتا ہوں کہ بڑا ثواب ہے۔ ایک تو سفر کا ثواب ہے، کیونکہ یہ سفر خدا تعالیٰ کی عظمت اور توحید کے اظہار کے واسطے ہے۔ دوسرے اس سفر میں جو جو مشقتیں اور تکلیف ان لوگوں کو اٹھانی پڑیں گی، ان کا بھی ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا، جبکہ من یعمل مثقال ذرة خیراً یره (سورۃ الزلزال:8) کے موافق وہ کسی کی ذرہ بھر نیکی کے اجر کو ضائع نہیں کرتا، تو اتنا بڑا سفر جو اپنے اندر ہجرت کا نمونہ رکھتا ہے۔ اس کا اجر کبھی ضائع ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ صدق اور اخلاص ہو۔ ریا اور دوسرے اغراض شہرت و نمود کے نہ ہوں اور میں جانتا ہوں کہ برو بحر کے شدائد و مصائب کو برداشت کرنا اور ایک موت کو قبول کر لینا بجز صدق کے نہیں ہو سکتا۔ بہت سے بھائی ان کے لئے دعائیں کرتے رہیں گے اور میں بھی ان کے واسطے دعاؤں میں مصروف رہوں گا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس مقصد میں کامیاب کرے اور خیر و عافیت سے واپس لاوے اور سچ تو یہ ہے کہ ملائکہ بھی ان کے واسطے دعائیں کریں گے اور وہ ان کے ساتھ ہوں گے۔

اب میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اس موقع پر ہماری جماعت نے دو قسم کی مروت اور ہمت دکھائی ہے۔ ایک تو یہ گروہ ہے جنہوں نے سفر اختیار کیا اور اپنے آپ کو سفر کے خطرات میں ڈالا ہے اور ان مصائب اور شدائد کے برداشت کرنے کو تیار ہو گئے ہیں جو اس راہ میں انہیں پیش آئیں گی۔ دوسرا وہ گروہ ہے جنہوں نے میری دینی اغراض و مقاصد میں ہمیشہ دل کھول کر چندے دئے ہیں......''۔

(ملفوظات جلد اول۔ صفحہ 224 تا 225 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ۔ اقتباس از تقریر جلسہ الوداع)

وفد کو بھجوانے کی تیاریوں کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تحریک ہوئی کہ یہ لوگ علاوہ حضرت مسیح کے سفر پر تحقیقات کرنے کے آپؑ کے پیغام کی اشاعت کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں اس پر آپؑ نے اپنی زیر تصنیف کتاب ''تریاق القلوب'' کو روک کر عربی کتاب ''لجۃ النور'' تصنیف فرمائی۔ نیز تجویز فرمائی کہ فونوگراف میں جو اُن دنوں نئی ایجاد تھی، اپنے دعاوی کے متعلق چار گھنٹے کی عربی تقریر ریکارڈ کر کے وفد کو ہمراہ دیں تا ان علاقوں کے لوگ بھی آپ کا پیغام سن لیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحقیقی تصنیف ''مسیح ہندوستان میں'' کے باب چہارم میں اُن شہادتوں کا بیان فرمایا ہے جو تاریخی کتابوں سے آپ کو ملیں چونکہ اس باب میں مختلف قسم کی شہادتیں ہیں اس لئے صفائی ترتیب کے لئے آپ نے اس کو کئی فصلوں پر منقسم کر دیا۔ اور پہلی فصل ان شہادتوں کے ذکر میں جو ان اسلامی کتابوں سے لی گئی ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی سیاحت کو ثابت کرتی ہیں اور آغاز میں ایک مشہور تاریخی کتاب ''روضۃ الصفا'' کے صفحہ 130 تا 135 میں بزبان فارسی لکھی گئی عبارت کا ترجمہ اور تنقیح درج فرمائی جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں یہاں حضور علیہ السلام نصیبین کے جغرافیہ کی بابت لکھتے ہیں کہ:

''حضرت مسیح علیہ السلام سیر کرتے کرتے نصیبین تک پہنچ گئے تھے۔ اور نصیبین موصل اور شام کے درمیان ایک شہر ہے جسکو انگریزی نقشوں میں نسی بس کے نام سے لکھا ہے۔ جب ہم ملک شام سے فارس کیطرف سفر کریں تو ہماری راہ میں نصیبین آئیگا اور وہ بیت المقدس سے تقریباً ساڑھے چار سو کوس ہے اور پھر نصیبین سے قریباً 48 میل موصل ہے جو بیت المقدس سے پانسو میل کے فاصلہ پر ہے اور موصل سے فارس کی حد صرف سو میل رہ جاتی ہے اس حساب سے نصیبین فارس کی حد سے ڈیڑھ سو میل پر ہے اور فارس کی مشرقی حد افغانستان کے شہر ہرات تک ختم ہوتی ہے یعنی فارس کی طرف ہرات افغانستان کی مغربی حد پر واقع ہے.....''۔

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ: 67، 68)

تاریخ کی کتب میں نصیبین کو کبھی عراق کے شہر کے طور پر بتایا جاتا ہے اور کبھی ترکی اور کبھی شام۔ نقشہ دیکھنے سے اس امر کی کافی حد تک وضاحت ہو جاتی ہے دراصل یہ شہر سلطنت روم اور سلطنت فارس کی سرحد پر واقع تھا اور دنیا کی موجودہ سیاسی تقسیم کے اعتبار سے یہ شہر ترکی میں واقع ہے اور شام سے متصل۔ جبکہ ممالک کی موجودہ سیاسی تقسیم کے لحاظ سے اب ملک عراق کی شمال مغربی سرحد 100 کلومیٹر بھی دور نہیں ہے۔

نصیبین کے لئے تجویز شدہ وفد کیوں نہ روانہ ہوسکا؟ اس سوال کے جواب میں تاریخ احمدیت میں ایک جملہ یوں ملتا ہے کہ

''مگر افسوس کہ حکومت افغانستان کی طرف سے بعض مشکلات پیش آجانے کے سبب وفد کو رک جانا پڑا''

اسی طرح مخالفین احمدیت کے انٹرنیٹ پر موجود سوقیانہ مضامین میں اس تحقیقی وفد پر سلطنت عثمانیہ کی جاسوسی کا بیجا الزام بھی دھرا جاتا ہے۔

یاد رہے کہ ایک کافی لمبے عرصہ بعد حضورؓ کے بعض خدام مثلاً شیخ محمود احمد صاحب عرفانی اور سید امجد علی شاہ صاحب کو نصیبین جانے کا اتفاق ہوا۔ مگر انہیں

قلت وقت اور محدود ذرائع کے باعث وہاں جا کر حضرت مسیحؑ کے سفر کا کھوج لگانے میں کوئی خاص کامیابی نہیں ہو سکی۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم۔صفحہ 160)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات مبارکہ میں یہ پیرا گراف بہت سے سوالات کا جواب فراہم کرتا ہے۔فرمایا:

''اگرچہ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سفر جو تجویز کیا گیا ہے۔اگر نہ بھی کیا جاتا،تو بھی خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس قدر شواہد اور دلائل ہم کو اس امر کے لیے دیدیئے ہیں،جن کو مخالف کا قلم اور زبان توڑ نہیں سکتی،لیکن مومن ہمیشہ ترقیات کی خواہش کرتا ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ حقائق اور معارف کا بھوکا پیاسا ہوتا ہے۔کبھی ان سے سیر نہیں ہوتا۔اس لیے ہماری بھی یہی خواہش ہے کہ جس قدر ثبوت اور دلائل اور مل سکیں۔وہ اچھا ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 223، جدید ایڈیشن، مطبوعہ ربوہ)

یاد آیا کہ ترکی کے شہر نصیبین اور ہمارے قیام کے شہر القامشلی کے جڑواں ہونے یا نہ ہونے کی طرف ہمیں بھی توجہ تھی اور مغربی سریانی سیکھتے ہوئے ہمیں مشرقی سریانی سکھانے والے کسی ماہر استاد کی بھی تلاش لگی ہوئی تھی اسی سلسلہ میں مدد حاصل کرنے کے لئے ہم نے القامشلی پہنچتے ہی سریانی زبان کے ایک شہرت یافتہ محقق جوزیف اسمر ملکی کی تلاش شروع کر دی تھی لیکن یہ فری لانس،معمر مگر صحتمند محقق قاہرہ میں لیکچر دینے اور دمشق یونیورسٹی میں کورس کروانے کے لئے شہر سے باہر تھے،مگر ہم نے ان کی تلاش جاری رکھی اور پھر ایک دوپہر ہمیں یہ صاحب نظر آ ہی گئے جو بیک وقت لائبریری،دوکان اور اپنے دفتر کے طور پر استعمال ہونے والے چھت تک کتابوں سے بھرے کمرہ سے باہر،چرچ کی بغلی سڑک کنارے مزیدار دھوپ میں کرسی پر نیم دراز تھے،بعد تعارف جب میں نے بتایا کہ ان کی فلاں کتاب میں نے پاکستان میں پڑھ کر نوٹ لئے تھے اور مبادیات سیکھنے کے لئے ان کی کتاب سے بہت استفادہ کیا تھا تو جوزیف صاحب ہماری بات توجہ سے سننے لگے اور اپنی دیگر کتابوں،سفروں،لیکچروں کا بتاتے ہوئے اپنی مصروفیات کا حال سنایا،لیکن ہمارا جذبہ دیکھتے ہوئے ہمارے لئے شہر ماردین،ترکی کے ایک ماہر استاد سے رابطہ کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔اسی ملاقات میں ہم نے نصیبین کے جغرافیہ کی مزید وضاحت حاصل کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے ہمیں اپنی کتاب ''من نصیبین الی زالین القامشلی'' (بیچ) دی۔اس کتاب کے مطابق شام کا شمالی شہر القامشلی نصف صدی قبل تک نصیبین شہر کا ہی نسبتاً نیم آباد حصہ تھا الغرض اس کتاب سے ہمیں عوام الناس سے سنی ہوئی باتوں کے حوالہ جات مل گئے۔

اب رات اپنے آخری پہر میں داخل ہو چکی ہے،کثیر المنزلہ عمارتوں سے اٹے شہر القامشلی میں مکمل خاموشی ہے اور میں حضرت مسیح الناصریؑ کی مروجہ تصاویر والے باہمت نبی اللہ کو واقعہ صلیب کے بعد یروشلم کے نکل کر دمشق شہر میں زخموں کے اندمال کے بعد القامشلی کے مرکزی بازار میں اپنے چند معتمد اصحاب کے ہمراہ محو سفر ہونے کے ایک طاقت ور تصور کو اپنے تھکے ہوئے مگر انتہائی متحرک دماغ سے نکالنے اور اپنے فرشی بستر پر لیٹ کر نیند لانے کی ناکام کوششیں کر رہا ہوں۔

بقیہ از صفحہ 20:

مقام خلافت

ہے کہ ان تینوں باتوں کا آپس میں جوڑ کیا ہے؟ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے اگر اس مضمون پر غور کیا جائے جو میں نے اوپر بتایا ہے اور جو یہ کہ اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرضِ میں الوہیت،نبوت،اور خلافت کے تعلق پر روشنی ڈالی گئی ہے تو آخری دو مضمونوں کا تعلق پہلے مضامین سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کیونکہ اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرضِ میں خلافت کا اصولی ذکر تھا اور بتایا گیا تھا کہ خلافت کا وجود بھی نبوت کی طرح ضروری ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے جلال الٰہی کے ظہور کے زمانہ کو ممتد کیا جاتا ہے اور الٰہی نور کو ایک لمبے عرصہ تک دنیا کے فائدہ کیلئے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔''

کیسے یہ سورۃ خلافت کے مضمون کو تفصیل سے بیان کرتی ہے اس کے لئے تفسیر کبیر کے مذکورہ صفحات کے بعد آنے والے صفحات کا مطالعہ ضروری ہے۔لیکن خلافت کے مقام کو سمجھنے کے لئے ایک اور بہت اہم مقام ہے قرآن کریم کا جہاں اس بات کو ایک اور انداز میں بیان کر کے مومنین کو خلافت حقہ اسلامیہ کی حفاظت اور اس سے چمٹ کر الامام جُنّۃ کی روح کو اجاگر فرمایا گیا ہے،قرآن کریم کی بہت اہم آیت آیۃ الکرسی کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّینِ قَد تَبَیَّنَ الرُّشدُ مِنَ الغَیِّ فَمَن یَّکفُر بِالطَّاغُوتِ وَیُؤمِن بِاللّٰہِ فَقَدِ استَمسَکَ بِالعُروَۃِ الوُثقٰی لَا انفِصَامَ لَھَا وَاللّٰہُ سَمِیعٌ عَلِیم۔ اللّٰہ وَلِیُّ الَّذِینَ آمَنُوا یُخرِجُھُم مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّورِ وَالَّذِینَ کَفَرُوا أَولِیَاؤُھُمُ الطَّاغُوتُ یُخرِجُونَھُم مِنَ النُّورِ اِلَی الظُّلُمَاتِ أُولٰئِکَ أَصحَابُ النَّارِ ھُم فِیھَا خَالِدُونَ۔ (البقرۃ 257 و 258) دین میں کوئی جبر نہیں۔ یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی۔پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے دوست شیطان ہیں۔وہ ان کو نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔یہی لوگ آگ والے ہیں وہ اس میں لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔

سورۃ نور کے مضمون میں اللہ تعالیٰ نے خلافت نبوت اور الوہیت کو نور کے لفظ سے موسوم فرمایا اور ان مؤخر الذکر آیات میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے جس مضبوط کڑے کو پکڑنے کا ارشاد فرمایا ہے وہ خدا تعالیٰ کا اپنے مومن اولیاء کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالنا ہے یعنی مومنوں کو نظام خلافت کے دائرے میں لے کر آنا ہے، جبکہ طاغوتی طاقتیں اس کے برعکس اس نظام سے نکالنے کی سرتوڑ کوشش کرنے والی ہیں۔سو اس عروۂ وثقٰی سے ہمارا تعلق تبھی مضبوط ہو سکتا ہے جب ہم خلافت کے نور سے چمٹے رہیں۔اور وہ لوگ جو دنیا کو خلافت سے برگشتہ کرنے والے ہیں انہیں جہاں سورۃ نور میں فاسق نام دیا ہے ان مؤخر الذکر آیات میں انہیں اولیاء طاغوت نام دے کر بڑی وضاحت سے ایسے لوگوں کی حرکت کا قبح واضح فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایمان اور اعمال صالحہ سے نوازتے ہوئے ہمیں ہمیشہ دائمی انعام خلافت احمدیہ کا فدائی اور جاں نثار بنائے رکھے،اور ہمارے ایمان و ایقان میں ترقی دیتے ہوئے ہمیں اخلاص و وفا کے اعلیٰ نمونے قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مقام خلافت

(داؤد احمد عابد. استاد جامعہ احمدیہ . یو کے)

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات اپنی معرفت کے لئے پیدا فرمائی اور تخلیق آدم سے اس نے اپنے فرستادے بھجوانے شروع کئے تا کہ اس کی معرفت کا نور دنیا میں پھیل کر شرک اور دہریت کے اندھیروں کو چاک کرتا رہے، خدا تعالیٰ جو کائنات کا نور ہے اس نور کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اس نے اپنی دو قدرتیں ازل سے ظاہر فرمائی ہیں، اول جب دنیا ابھی گھٹا ٹوپ اندھیروں کا شکار ہوتی ہے اور حقیقت میں ظہر الفساد فی البر والبحر کا منظر ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کی قدرت اول کا نور ایک نبی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے جو ان اندھیروں کو اپنے نور سے منور کر کے خدا تعالیٰ کا حسین چہرہ دنیا کو دکھلاتا ہے، جب وہ اپنی مہمات کو تمام کر چکتا ہے اور مومنوں کی ایک جماعت اس نور کو لے کر کھڑی ہو جاتی ہے تو اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے تب پھر خدا تعالیٰ کی قدرت ثانیہ کا ظہور خلافت کی شکل میں ہوتا ہے جس کے لئے ایمان اور عمل صالح اللہ تعالیٰ نے شرط ٹھہرائے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے اس بات کو یوں بیان فرمایا ہے ما من نبوة قط الا و تبعتها خلافة کہ کبھی کوئی نبوت نہیں ہوئی جب کہ اس کے بعد خلافت نہ آئی ہو۔

اسی امر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے رسالہ الوصیت جو در حقیقت نظام نو کے خدوخال بیان فرماتا ہے میں ان دلنشیں الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے اس نے انسان کو پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَأَغۡلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرا ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضور ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے۔ اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِينَهُمُ الَّذِي ارۡتَضَىٰ لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ أَمۡنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اقتباس سے دو اہم باتیں اظہر من الشّمس ہیں، اول یہ کہ قدرت اولیٰ نبوت ہے اور قدرت ثانیہ خلافت ہے جس کے مظہر حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ دوسرے یہ کہ آیت استخلاف میں جس خلافت کا ذکر اور وعدہ ہے اس کا اول ظہور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہوا۔ اور یہ سلسلہ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اسی طرح شروع ہونے والا مقدر تھا جس طرح آنحضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذریعہ سے خلافت شروع ہوئی تھی، اسی لئے حضور مزید فرماتے ہیں: ''سواے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا وے سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی اس قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں، کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں، لیکن جب میں جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔''

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304 تا 306)

اس اقتباس سے یہ بات پوری طرح کھل کر سامنے آئی ہے کہ قدرت ثانیہ جو آنحضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صورت میں ظاہر ہوئی تھی اور جس کا ذکر آیت استخلاف میں کیا گیا ہے وہ خدا تعالیٰ کے وعدوں کے موافق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیروکاروں میں ہمیشہ قائم رہنے کے لئے ظاہر ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ خلافت کو قرآن کریم نے نہایت ہی واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ سورۃ نور جو درحقیقت خدا تعالیٰ کے نور کو بیان فرماتی ہے اس سورۃ کا خلاصہ دو آیات ہیں:

اول: اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالۡأَرۡضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشۡكَاةٍ فِيهَا مِصۡبَاحٌ، الۡمِصۡبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ، الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيۡتُونَةٍ لَّاشَرۡقِيَّةٍ وَّلَاغَرۡبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيۡتُهَا يُضِيءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ نُورٌ عَلَىٰ نُورٍ يَهۡدِي اللّٰهُ لِنُورِهِ مَن يَّشَاءُ وَيَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡأَمۡثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٌ۔ [36:24]۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں ایک چراغ ہو۔ وہ چراغ شیشے کے شمع دان میں ہو۔ وہ شیشہ ایسا ہو گویا ایک چمکتا ہوا روشن ستارہ ہے۔ وہ (چراغ) زیتون کے ایسے مبارک درخت سے روشن کیا گیا ہو جو نہ مشرقی ہو اور نہ مغربی۔ اس (درخت) کا تیل ایسا ہے کہ قریب ہے کہ وہ از خود بھڑک کر روشن ہو جائے خواہ اسے آگ کا شعلہ نہ بھی چھوا ہو۔ یہ نور علیٰ نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا دائمی علم رکھنے

والا ہے۔

ثانی آیت استخلاف: وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِینَ آمَنُوا مِنکُم وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَستَخلِفَنَّھُم فِی الأَرضِ کَمَا استَخلَفَ الَّذِینَ مِن قَبلِھِم وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُم دِینَھُمُ الَّذِی ارتَضَی لَھُم وَلَیُبَدِّلَنَّھُم مِن بَعدِ خَوفِھِم أَمنًا یَعبُدُونَنِی لَایُشرِکُونَ بِی شَیئًا وَمَن کَفَرَ بَعدَ ذَلِکَ فَأُولَئِکَ ھُمُ الفَاسِقُونَ۔ [56:24] ۔تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

آیت استخلاف تو خیر خلافت کو بیان کرتی ہی ہے لیکن اگر ہم غور کریں تو بڑی وضاحت سے یہ بات ہمارے سامنے عیاں ہوتی ہے کہ اول الذکر آیت بھی نور خدا کے اللہ کے بندوں تک پہنچنے کے لئے جو سلسلہ بیان فرماتی ہے اس کی آخری کڑی خلافت ہی ہے۔ بلکہ اگر مزید غور کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ سورۂ نور کا اصل موضوع نور خدا کو عباد اللہ تک پہنچانا ہے جس کے لئے بطور خاص خلافت کے وسیلہ کو پوری شد ومد کے ساتھ اس سورۃ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مضمون کو سورۃ نور کی اعجازی تفسیر بیان کرتے ہوئے بہت دل موہ لینے والے انداز میں اس اہم موضوع کی نقاب کشائی فرمائی ہے، فرماتے ہیں: (تفسیر کبیر جلد ششم 318 تا 322)

''اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرضِ میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا گیا ہے کہ تمدن کی بنیاد الہام پر رکھو ورنہ تمہارے آپس کے جھگڑے اور مناقشات کبھی ختم نہیں ہوں گے اور دنیا میں کبھی پائیدار امن قائم نہیں ہوگا۔

اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرضِ کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا کہ مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح۔ اس کے نور کی مثال ایک طاقچے کی سی ہے جس میں ایک تیز روشنی والا چراغ رکھا ہوا ہو۔ مشکوۃ اس طاقچے کو کہتے ہیں جو دیوار میں بنا ہوا ہو اور جس کے دوسری طرف سوراخ نہ ہو۔ دیوار میں دو طرح کے طاقچے بنائے جاتے ہیں۔ ایک کھڑکی کی طرح ہوتا ہے یعنی اس کے آر پار سوراخ ہوتا ہے۔ کیونکہ کھڑکی کی غرض باہر دیکھنا ہوتی ہے۔ یا مثلاً روشن دان بنانے کے لئے جو خلا رکھا جاتا ہے اس کے بھی آر پار سوراخ ہوتا ہے کیونکہ روشن دان سے یہ غرض ہوتی ہے کہ ہوا اور روشنی کی آمد ورفت رہے مگر پرانے زمانے میں مساجد میں خصوصاً اس قسم کے طاقچے بنائے جایا کرتے تھے جن میں چراغ یا قرآن شریف رکھے جاتے تھے اور جن کی دوسری طرف سوراخ نہیں ہوتا تھا اور مشکوۃ ایسے ہی طاقچے کو کہتے ہیں جس کے دوسری طرف سوراخ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اِن آیات میں اپنے نور کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس نور کی مثال ایک طاقچے کی سی ہے جس میں ایک بتی رکھی ہوئی ہو۔ المِصبَاحُ فِی زُجَاجَۃٍ۔ اور وہ بتی ایک چمنی یا گلوب میں ہو۔ الزُّجَاجَۃُ کَأَنَّھَا کَوکَبٌ دُرِّیٌّ۔ اور وہ چمنی یا گلوب ایسے اعلیٰ درجہ کے شیشہ کا بنا ہوا ہو اور ایسا روشن ہو کہ گویا وہ ایک ستارہ ہے جو چمک رہا ہے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ کے نور کو تین چیزوں میں محصور قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کمال نور ہمیشہ تین ذرائع سے ہوتا ہے۔ ایک مشکوۃ سے۔ ایک مصباح سے اور ایک زجاجہ سے۔''

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امر کی مزید وضاحت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ ایک عجیب بات ہے کہ باوجودیکہ قرآن کریم ایسے زمانے میں نازل ہوا جبکہ سائنس ابھی کمال کو نہیں پہنچی تھی اور ایسے ملک میں نازل ہوا جہاں کے لوگ تہذیب وتمدن سے بھی ناآشنا سمجھے جاتے تھے اور ایسے انسان پر نازل ہوا جو اُمّی تھا۔ پھر بھی روشنی کے کمال کو جس عجیب طرز سے اِن آیات میں بیان کیا گیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بیسویں صدی کا سائنسدان روشنی کی حقیقت بیان کر رہا ہے مشکوۃ جس طرح اس طاقچے کو کہتے ہیں جو دیوار میں بنایا جاتا ہے اور جس کے دوسری طرف سوراخ نہیں ہوتا اسی طرح مصباح اُس شعلہ کو کہتے ہیں جو بتی میں سے نکلتا ہے یا بلب کی وہ تاریں سمجھ لو جن سے بجلی کی روشنی پیدا ہوتی ہے بشرطیکہ وہ روشن ہوں۔ مصباح کے معنے دراصل صبح کر دینے والا آلہ کے ہیں اور اس لحاظ سے ہر وہ چیز جس سے بہت تیز روشنی ہوتی ہوا سے مصباح کہا جاتا ہے اور چونکہ وہ بتی کا گل ہی ہوتا ہے جو روشن ہوتا ہے یا بجلی کی وہ تاریں ہوتی ہیں جو بلب کے اندر ہوتی ہیں اور چمکتی ہیں اس لئے عربی زبان میں انہیں مصباح کہتے ہیں۔ گویا وہ شعلہ جو آگ لگنے کے بعد بتی سے نکلتا ہے یا بجلی کی وہ تار جہاں بجلی پہنچتی ہے تو وہ یک دم روشن ہو جاتا ہے وہ مصباح کہلاتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے نور کی مثال ایک طاقچہ کی سی ہے جس میں ایک بتی جل رہی ہو اور پھر وہ بتی ایک زجاجہ میں ہو۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ہری کین روشن کرنے کے لئے جب کوئی شخص دیا سلائی جلاتا اور بتی کو لگاتا ہے تو اس وقت بتی کی کیا حالت ہوتی ہے ایک زرد سا شعلہ بتی میں سے نکل رہا ہوتا ہے اور اس کا دھواں اُٹھ اُٹھ کر کمرہ میں پھیل رہا ہوتا ہے۔ نازک مزاج اشخاص کے دماغ میں وہ دھواں چڑھتا ہے تو انہیں چھینکیں آنا شروع ہو جاتی ہیں بعض کو نزلہ ہو جاتا ہے لیکن جونہی بتی میں سے دھواں نکلنا اور کمرے میں پھیلنے لگتا ہے انسان جلدی سے چمنی پر ہاتھ مارتا اور ہری کین کا ہینڈل دبا کر اسے بتی پر چڑھا دیتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسی وقت دھواں جاتا رہتا ہے اور اس شعلہ کا رنگ ہی بدل جاتا ہے اور پہلی روشنی سے بعض دفعہ بیس گنے بعض دفعہ تیس گنے بعض دفعہ پچاس گنے بعض دفعہ سو گنے اور بعض دفعہ دو سو یا ہزار گنے تیز روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور تمام کمرہ روشن ہو جاتا ہے پھر زائد بات اس چمنی یا گلوب کی وجہ سے یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ بتی بجھتی نہیں۔ تیز بارشوں کے ایام میں رات کے وقت لوگ ہری کین لے کر باہر چلے جاتے ہیں آندھی آرہی ہوتی ہے طوفان اٹھ رہا ہوتا ہے چھتیں ہل رہی ہوتیں ہیں عمارتیں کانپ رہی ہوتی ہیں پیڑ لڑکھڑا رہے ہوتے ہیں مگر وہ روشنی جو انسان ہاتھ میں اٹھائے ہوئے ہوتا ہے نہیں بجھتی کیونکہ اس کی چمنی اس کے ماحول کو محفوظ کر دیتی ہے اور نہ صرف اس کی روشنی کو کئی گنا زیادہ کر دیتی ہے بلکہ اسے بجھنے سے بھی محفوظ کر دیتی ہے۔ مگر بعض لیمپ ہری کین سے بھی زیادہ طاقتور ہوتے ہیں اور جو بڑے بڑے لیمپ کمروں کو روشن کرنے کے لئے جلائے جاتے ہیں ان کو دیکھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ ان کی روشنی تیز کرنے کیلئے ان کے پیچھے ایک اس قسم کی

چیز لگا دی جاتی ہے جو روشنی کو آگے کی طرف پھینکتی ہے پرانے زمانوں میں لوگ اس غرض کے لئے لیمپ کو طاقچہ میں رکھ دیا کرتے تھے اور اس زمانہ میں اس کی ایک مثال ٹارچ ہے۔ ٹارچ پیچھے سے لمبی چلی آتی ہے اور اس کے آگے اس پر ایک نسبتاً بڑا خول چڑھا دیتے ہیں جو بلب کے تین طرف دائرہ کی شکل میں پھیلا ہوا ہوتا ہے اور اس میں ایک چمکدار دھات لگی ہوئی ہوتی ہے جس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ روشنی کو آگے کی طرف پھیلا دے اگر اس خول کو اتار لیا جائے تو ٹارچ کی روشنی دس پندرہ گز تک رہ جاتی ہے لیکن اس خول کے ساتھ ہی وہی روشنی بعض دفعہ پانچ سو گز بعض دفعہ ہزار گز اور بعض دفعہ دو دو ہزار گز تک پھیل جاتی ہے یہ روشنی کو دُور پھینکنے والا جو خول ہوتا ہے اسے انگریزی میں ری فلیکٹر کہتے ہیں اور بڑی بڑی طاقت کے لیمپ تو ری فلیکٹر کی وجہ سے اس سے بھی زیادہ دور تک روشنی پہنچا دیتے ہیں اس طرح روشنی مکمل ہو جاتی ہے اور لوگ اس سے پوری طرح فائدہ اٹھاتے ہیں۔''

حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ نور میں بیان فرمودہ الوہیت نبوت اور خلافت کے اس تعلق کی شیریں تفسیر بیان کرتے ہوں مزید فرماتے ہیں:

''غرض یہ تین چیزیں ہیں جن سے نور مکمل ہوتا ہے ان میں سے ایک تو شعلہ ہے جو اصل آگ ہے اور جس کے بغیر کوئی نور ہو ہی نہیں سکتا۔ روحانی دنیا میں وہ شعلہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور چمنی جس سے وہ نور روشن ہوتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے انبیاء ہیں یوں تو دنیا کے ہر ذرہ سے خدا تعالیٰ کا نور ظاہر ہے مگر وہ نور لوگوں کو نظر نہیں آتا ہاں جب خدا تعالیٰ کا نبی آتا ہے اور اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے تب ہر شخص کو وہ نور نظر آنے لگ جاتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح بتی جلائی جائے تو ہوا کا ذرا سا جھونکا بھی اسے بجھا دیتا ہے مگر جونہی اس پر شیشہ رکھ دیا جاتا ہے تو سب اندھیرا دور ہو جاتا ہے تاریکی مٹ جاتی ہے اور وہی نور آنکھوں کے کام آنے لگ جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اصل چیز شیشہ ہے اصل چیز تو وہ نور ہی ہے جو بتی میں سے نکل رہا ہوتا ہے مگر چونکہ وہ نور دھوئیں کی شکل میں ضائع ہو رہا ہوتا ہے اس لئے لوگ اس سے اس وقت تک فائدہ نہیں اٹھا سکتے جب تک اس پر شیشہ نہیں چڑھایا جاتا۔ ہاں جب شیشہ چڑھ جاتا ہے تو وہی نور جو پہلے ضائع ہو رہا ہوتا ہے ضائع ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے پھر چمنی سے مل کر پہلے نور سے بیس گنے سو گنے دو سو گنے ہزار گنے بلکہ دو ہزار گنے زیادہ تیز ہو جاتا ہے۔ یہ شیشے اور گلوب دراصل انبیاء کے وجود ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے اس نور کو جو قدرت میں ہر جگہ پایا جاتا ہے لیتے ہیں اور اپنے گلوب اور چمنی کے نیچے رکھ کر اس کا ہر حصہ انسانوں کے استعمال کے قابل بنا دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ساری دنیا اس نور کو دیکھنے لگ جاتی ہے۔ اس کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور وہ اس سے فائدہ حاصل کرنے لگ جاتی ہے۔''

نور کی وضاحت کے لئے قرآن کریم کے دیگر مقامات سے مثال اخذ کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:

''اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بعض اور مقامات پر بھی بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۃ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نور کو آگ کی شکل میں دیکھا۔ اور فرمایا: انی آنست نارا۔ میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ اس فقرہ سے صاف ظاہر ہے کہ دوسرے لوگ اس آگ کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ پس انست نارا میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کے وجود میں ظاہر ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ظہور اس دنیا میں بطور نار کے ہوتا ہے یعنی کوئی تیز نظر والا ہی اسے دیکھ سکتا ہے لیکن جب وہ نبی کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے تو پھر وہ نور ہو جاتا ہے۔ یعنی لیمپ کی طرح اس کی روشنی بہت تیز ہو جاتی ہے۔ پھر نبوت میں یہ نور آ کر مکمل تو ہو جاتا ہے لیکن اس کا زمانہ پھر بھی محدود ہوتا ہے کیونکہ نبی بھی موت سے محفوظ نہیں ہوتے۔ پس اس روشنی کو دور تک پہنچانے کے لئے اور زیادہ دیر تک قائم رکھنے کیلئے ضروری تھا کہ کوئی اور تدبیر کی جاتی سو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے ایک ری فلیکٹر بنایا جس کا نام خلافت ہے جس طرح طاقچہ تین طرف سے روشنی کو روک کر صرف اس جہت میں ڈالتا ہے جدھر اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح خلفاء نبی کی قوت قدسیہ کو جو اس کی جماعت میں ظاہر ہو رہی ہوتی ہے ضائع ہونے سے بچا کر ایک خاص پروگرام کے ماتحت استعمال کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں جماعت کی طاقتیں پراگندہ نہیں ہوتیں اور تھوڑی سی طاقت سے بہت سے کام نکل آتے ہیں کیونکہ طاقت کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوتا۔ اگر خلافت نہ ہوتی تو بعض کاموں پر تو زیادہ طاقت خرچ ہو جاتی اور بعض کام توجہ کے بغیر رہ جاتے اور تفرقہ اور شقاق کی وجہ سے کسی نظام کے ماتحت جماعت کا روپیہ اور اس کا علم اور اس کا وقت خرچ نہ ہوتا۔ غرض خلافت کے ذریعہ سے الٰہی نور کو جو نبوت کے ذریعے سے مکمل ہوتا ہے ممتد اور لمبا کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو۔ الٰہی نور رسول کریم ﷺ کی وفات کے ساتھ ختم نہیں ہو گیا بلکہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے طاقچہ کے ذریعہ اس کی مدت کو سوا دو سال اور بڑھا دیا گیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد وہی نور خلافتِ عمرؓ کے طاق کے اندر رکھ دیا گیا اور ساڑھے دس سال اس کی مدت کو اور بڑھا دیا گیا۔ پھر حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد وہی نور عثمانی طاقچہ میں رکھ دیا گیا اور بارہ سال اس کی مدت کو اور بڑھا دیا گیا۔ پھر حضرت عثمانؓ کی وفات کے بعد وہی نور علوی طاقچہ میں رکھ دیا گیا۔ گویا تیس سال الٰہی نور خلافت کے ذریعہ لمبا ہو گیا پھر ناقص خلافتوں کے ذریعہ سے تو یہی نور چار سو سال تک سپین اور بغداد میں ظاہر ہوتا رہا۔ غرض جس طرح ٹارچوں کے اندر ری فلیکٹر ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ بلب کی روشنی دور دور تک پھیل جاتی ہے یا چھوٹے چھوٹے ری فلیکٹر بعض دفعہ تھوڑا سا خم دے کر بنائے جاتے ہیں جیسے دیوار گیروں کے پیچھے ایک ٹین لگا ہوا ہوتا ہے جو دیوار گیر کا ری فلیکٹر کہلاتا ہے اور گو اس کے ذریعہ روشنی اتنی تیز نہیں ہوتی جتنی ٹارچ کے ری فلیکٹر کے ذریعہ تیز ہوتی ہے مگر پھر بھی دیوار گیر کی روشنی اس ری فلیکٹر کی وجہ سے پہلے سے بہت بڑھ جاتی ہے اسی طرح خلافت وہ ری فلیکٹر ہے جو نبوت اور الوہیت کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارے نور کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بتی کا شعلہ وہ ایک نور ہے جو دنیا کے ہر ذرہ سے ظاہر ہو رہا ہے مگر جب تک وہ نبوت کے شیشہ میں نہ آئے لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے جیسے نیچر پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کی ہستی معلوم کرنے کا شوق رکھنے والے ہمیشہ ٹھوکریں کھاتے اور نقصان اٹھاتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان فی خلق السموات والارض و اختلاف الیل والنھار لا یت لاولی الالباب (ال عمران) بالکل درست ہے اور زمین اور آسمان میں اللہ تعالیٰ کی بہت سے آیات پائی جاتی ہیں مگر یہی خلق السموت والارض یورپ کے فلاسفروں کو دہریہ بنا رہی ہے گویا خلق السموت والارض میں اللہ تعالیٰ کا نور ہے اس

کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بتی کا شعلہ۔ یہ شعلہ جب نکلتا ہے تو اس کے ساتھ دھواں بھی اٹھتا ہے جو بعض دفعہ نزلہ پیدا کردیتا ہے اور آنکھوں کو بھی خراب کرتا ہے وہ دھواں تب ہی دور ہوتا ہے جب اس پر نبوت کی چمنی یا گلوب رکھ کے اسے روشنی کی صورت میں تبدیل کردیا جائے اگر اس کے بغیر کوئی اس شعلہ سے نور کا کام لینا چاہے تو اسے کچھ نور ملے گا اور کچھ دھواں ملے گا جو اس کی آنکھوں اور ناک کو تکلیف دے گا چنانچہ اسی وجہ سے جو شخص نیچر پر غور کرکے خدا تعالیٰ کو پانا چاہتا ہے وہ کئی دفعہ ٹھوکریں کھاتا ہے اور بعض دفعہ تو خدا تعالیٰ کو پانے کی بجائے دہریہ ہو جاتا ہے مگر جو شخص خدا تعالیٰ کے وجود کو نبوت کی چمنی کی مدد سے دیکھنا چاہتا ہے اس کی آنکھیں اور اس کا ناک دھوئیں کے ضرر سے بالکل محفوظ رہتے ہیں اور وہ ایک نہایت لطیف اور خوش کن روشنی پاتا ہے جو سب کثافتوں سے پاک ہوتی ہے بانی سلسلہ احمدیہ نے اس حقیقت کی طرف اپنے اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے

فلسفی کز عقل می جوئد ترا دیوانہ است
دور تر است از خردہا آں رہِ پنہانِ تو

غرض کائناتِ عالم پر غور کرکے خدا تعالیٰ کا وجود پانے والوں کے لئے خدا تعالیٰ نے کچھ ابتلا رکھے ہیں کچھ شکوک رکھے ہیں کچھ شبہات رکھے ہیں تا وہ مجبور ہو کر نبوت کی چمنی اس نور پر رکھیں۔ چنانچہ جب بھی الٰہی نور پر نبوت کی چمنی رکھی جاتی ہے اس نور کی حالت یکدم بدل جاتی ہے اور یا تو وہ بو دینے والا دھواں نظر آرہا ہوتا ہے اور یا یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نور ہی نور ہے اور اس میں دھوئیں کا نشان تک نہیں۔ پھر جب اس روشنی کو اٹھا کر ہم طاقچہ میں رکھ دیتے ہیں تو پہلے سے بہت زیادہ دور اس کی روشنی پھیل جاتی ہے۔

غرض اس آیت میں الوہیت۔ نبوت اور خلافت کا جوڑ بتایا گیا ہے اگر کوئی کہے کہ آخر خلافت بھی تو ختم ہو جاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے خلافت کا ختم ہونا یا نہ ہونا انسانوں کے اختیار میں ہے اگر وہ پاک رہیں اور خلافت کی بے قدری نہ کریں تو یہ طاقچہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال تک قائم رہ کر ان کی طاقت کو بڑھانے کا موجب ہو سکتا ہے اور اگر وہ خود ہی اس انعام کو ردّ کردیں تو اس کا علاج کسی شخص کے پاس نہیں۔''

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ سورۃ نور کے ساتھ خلافت کے تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

''اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرضِ والی آیت کا مضمون مختصراً بتانے کے بعد اب میں یہ بتاتا ہوں کہ کس طرح یہ تمام سورۃ اسی ایک مضمون کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ اس سورۃ کو اللہ تعالیٰ نے بدکاری اور بدکاری کے الزامات لگانے والوں کے ذکر سے شروع کیا ہے اور اس کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد حضرت عائشہؓ پر جو الزام لگا تھا اس کا ذکر کیا ہے پھر اور بہت سی باتیں اسی کے ساتھ تعلق رکھنے والی بیان فرماتا ہے اور مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہے کہ انہیں ایسے مواقع پر کن کن باتوں پر عمل کرنا چاہیئے پھر وہ ذرائع بیان کرتا ہے جن پر عمل کرنے سے بدکاری دنیا سے مٹ سکتی ہے۔ یہ تمام مضامین اللہ تعالیٰ نے پہلے دوسرے اور تیسرے رکوع میں بیان فرمائے ہیں کسی جگہ الزام لگانے والوں کے متعلق سزا کا ذکر ہے کسی جگہ شرعی ثبوت لانے کا ذکر ہے۔ کسی جگہ ایسے الزامات لگنے کی وجوہ کا ذکر ہے۔ کسی جگہ ان دروازوں کا ذکر ہے جن سے گناہ پیدا ہوتا ہے۔ غرض تمام آیتوں میں ایک ہی مضمون بیان کیا گیا ہے مگر اس کے معاً بعد فرماتا ہے اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرضِ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اب انسان حیران رہ جاتا ہے کہ اس کا پہلے رکوعوں سے کیا تعلق ہے ایک ایسا مفسر جو یہ خیال کرتا ہے کہ قرآن کریم میں کوئی ترتیب نہیں وہ نعوذ باللہ ایک بے ربط کلام ہے۔ اس کی آیتیں اسی طرح متفرق مضامین پر مشتمل ہیں جس طرح دانے زمین پر گرائے جائیں تو کوئی کسی جگہ جا پڑتا ہے اور کوئی کسی جگہ۔ وہ تو کہہ دے گا کہ اس میں کیا حرج ہے۔ پہلے وہ مضمون بیان کیا گیا تھا اور اب یہ مضمون شروع کیا گیا ہے مگر وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم سے واقف ہے جو جانتا ہے کہ قرآن کریم کا ہر لفظ ایک ترتیب رکھتا ہے وہ یہ دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے کہ پہلے تو بدکاری کے الزامات اور ان کو دور کرنے کا ذکر تھا اور اس کے معاً بعد یہ ذکر شروع کردیا گیا ہے کہ اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرضِ۔ ان دونوں کا آپس میں جوڑ کیا ہوا۔ پھر انسان اور زیادہ حیران ہو جاتا ہے جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ پانچویں رکوع میں تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرضِ اور اس سے دو رکوع بعد یعنی ساتویں رکوع میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر شروع کردیا ہے کہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِینَ آمَنُوا مِنکُم وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَستَخلِفَنَّھُم فِی الأَرضِ کَمَا استَخلَفَ الَّذِینَ مِن قَبلِھِم یعنی اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ گویا پہلے تو زنا کے الزامات کا ذکر کیا۔ پھر حضرت عائشہؓ کا واقعہ بیان کیا۔ پھر ان الزامات کے ازالہ کے طریقوں کا ذکر کیا پھر اللہ نور السموت والارض کا مضمون بیان کیا اور پھر کہہ دیا کہ میرا یہ وعدہ ہے کہ جو مومن ہونگے انہیں میں اس امت میں اسی طرح خلیفہ بناوں گا جس طرح پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کو دنیا میں قائم کرونگا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دونگا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اور جو ان خلفاء کا منکر ہوگا وہ فاسق ہوگا۔ پس لازماً یہ سوال ہر شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ پہلے زنا کے الزامات کا ذکر ہے پھر اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرضِ کا ذکر کیا اور پھر خلافت کا ذکر کیا ان تینوں باتوں کا آپس میں کیا جوڑ ہونا چاہئے، ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ قرآن کریم نعوذ باللہ بے جوڑ باتوں کا مجموعہ ہے، اور اس کے مضامین میں ایک عالم اور حکیم ہستی والا ربط اور رشتہ نہیں ہے۔ اس جگہ ضمنی طور پر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں دوسروں پر الزام لگانے والوں کو ذکر ہے وہاں الزام لگانے والوں کے متعلق فرمایا...... وَأُولَئِكَ ھُمُ الفَاسِقُونَ اور یہی وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کے نزدیک فاسق ہیں، پھر اسی سورۃ میں جہاں خلفاء کا ذکر کیا وہاں بھی یہی الفاظ رکھے اور فرمایا وَمَن کَفَرَ بَعدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ ھُمُ الفَاسِقُونَ کہ جو شخص خلفاء کا انکار کرے وہ فاسق ہے۔ اب جو الفاظ زنا کا الزام لگانے والوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے رکھے تھے اور جو نام ان کا تجویز کیا تھا وہی نام خدا تعالیٰ نے خلافت کے منکرین کا رکھا اور قریباً اسی قسم کے الفاظ اس جگہ استعمال کئے......غرض جو شخص قرآن کریم کو ایک حکیم ہستی کی کتاب سمجھتا ہے اور اس کے اعلیٰ درجہ کے باربط اور ہم رشتہ مضمونوں کے کمالات دیکھنے کا اسے موقعہ ملا ہے اس کے دل میں لازماً یہ سوال پیدا ہوتا

باقی صفحہ 16 پر ملاحظہ فرمائیں

اَنصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

''درویشان احمدیت''

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جماعت احمدیہ کو ایسے بے شمار مخلصین عطا فرمائے ہیں جن کی زندگیاں اسی بابرکت مساعی میں صرف ہوئیں کہ وہ اسلام و احمدیت کا پیغام زمین کے کناروں تک پہنچانے کی خوشخبری کو پورا کرنے والے بنیں یعنی دعوت الی اللہ کے جہاد میں منہمک رہیں خواہ یہ جہاد تبلیغ وتربیت کے میدان میں ہو یا پھر قلم کے ذریعہ ہو۔ ایسی محترم شخصیات میں ایک نام مکرم ومحترم فضل الٰہی انوری صاحب کا بھی ہے جنہیں دعوت الی اللہ کے میدان میں اگرچہ لمبا عرصہ جرمنی میں دینی خدمات بجالانے کی سعادت حاصل ہوتی رہی ہے لیکن آج آپ کا تعارف آپ کے قلمی جہاد کے حوالہ سے کروایا جارہا ہے۔

محترم انوری صاحب نے پنجاب یونیورسٹی سے B.Sc کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ ربوہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ 1956ء میں آپ کو غانا بھجوایا گیا۔ 1960ء میں واپس آکر جامعہ احمدیہ میں استاد مقرر ہوئے۔ 1964ء میں دعوت الی اللہ کے لئے جرمنی بھجوائے گئے۔ 1968ء میں آپ کی تعیناتی نائیجیریا میں بطور امیر ومبلغ انچارج ہوئی۔ 1972ء میں امیر و مبلغ انچارج جرمنی مقرر ہوئے۔ 1977ء سے پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں قریباً ایک سال کے لئے مربی سلسلہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ 1979ء تا 1982ء بطور ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد (تعلیم القرآن) اور سیکرٹری حدیقۃالمبشرین خدمات بجالائے۔ 1982ء میں آپ کی تعیناتی مغربی افریقہ کے ملک گیمبیا میں ہوئی اور 1983ء میں دوبارہ نائیجیریا میں امیر ومبلغ انچارج مقرر ہوئے۔ 1986ء میں پاکستان آکر جامعہ احمدیہ ربوہ میں بطور استاد دو سال خدمت کی توفیق پائی اور 1988ء میں ریٹائرڈ ہونے کے بعد سے جرمنی میں مقیم ہیں۔

اگرچہ محترم مولانا صاحب موصوف کی فعال زندگی کا یہ ایک رُخ ہے جو اوپر بیان ہوا ہے لیکن آپ کی شاندار خدمات کے دائرہ میں وہ قلمی جہاد بھی نظر آتا ہے جس کے نتیجہ میں آپ کئی کتب کے مصنف ہیں اور ابھی قلم کا یہ سفر جاری وساری ہے۔

سر دست ہم صرف آپ کے اُس قلمی کارنامہ کے بارہ میں تحسین کے چند الفاظ پیش کرنا چاہتے ہیں جو ''درویشان احمدیت'' کے نام سے منظر عام پر آرہا ہے۔ اس شاندار سلسلۂ کتب کی اس وقت تک چھ جلدیں شائع ہوچکی ہیں جن میں سے تین اس وقت ہمارے سامنے موجود ہیں۔ یعنی

☆ جلد سوم (حفاظتِ سماوی)۔ اس کتاب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے متبعین کی معجزانہ حفاظت کے بہت سے واقعات پیش کئے گئے ہیں۔ اور یہ کتاب A5 سائز کے سوا چار صد صفحات پر مشتمل ہے۔

☆ جلد چہارم (نصرتِ ربّانیہ)۔ جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبعین کو ملنے والی نصرت ربّانیہ کے معجزانہ واقعات کا بیان ہے۔ اور یہ کتاب A5 سائز کے 422 صفحات پر مشتمل ہے۔

☆ جلد ششم (قبولیت دعا کے اعجازی نمونے)۔ اس مجموعہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے متبعین کی قبولیتِ دعا کے اعجازی واقعات پیش کئے گئے ہیں۔ اور یہ کتاب A5 سائز کے 464 صفحات پر مشتمل ہے۔

تمام کتابیں عمدہ ٹائپنگ، پرنٹنگ اور خوبصورت پیشکش کی حامل ہیں۔ اگرچہ کتب کا سائز A5 ہے لیکن مواد کے لحاظ سے بلاشبہ اِن کی ضخامت بہت زیادہ ہے۔ ان کتب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محترم مولانا صاحب موصوف کو تحقیق کرکے معلومات کو (مختلف ذرائع سے) اکٹھا کرنے کا ہی ملکہ حاصل نہیں ہے بلکہ اُن معلومات کو ازسرِنَو ترتیب دے کر انہیں پیش کرنے میں بھی یدطولیٰ حاصل ہے۔ آپ کی اس بیش بہا خدمت کی اصل جزا تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہی دے گا تاہم ان کتب کا مطالعہ کرنے والے اور ان سے استفادہ کرنے والے بھی آپ کے لئے دعائے خیر ضرور کرتے رہیں گے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔

اگرچہ محترم مولانا صاحب کی اس قلمی خدمت پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن اپنے قارئین کے سامنے نمونہ کے طور پر پیش کرنے کے لئے جب ایک بار پھر طائرانہ نظر سے ان کتب کو دیکھا تو واقعی انتخاب کرنا بہت مشکل لگا کیونکہ تمام واقعات نہ صرف انمول حقیقت کے عکاس ہیں بلکہ ایک دوسرے سے بڑھ کر ایمان افروز بھی ہیں۔ ان کا مطالعہ اس صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اِس زمانہ میں مسیح ومہدی بنا کر بھیجنے والا خدا واقعتاً ہر قدرت پر قادر ہے جو اپنے پیاروں کے ازدیاد ایمان کے لئے اور مخالفین کی ہدایت کے سامان پیدا کرنے کے لئے اپنے جلوے آج بھی دکھا رہا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ انشاءاللہ

ذیل میں ''درویشانِ احمدیت'' کی جلد سوم کے اُس باب سے چند واقعات ہدیۂ قارئین ہیں جو تصرفات الٰہیہ کے نتیجہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے بعض غلاموں کے بارہ میں مخالفین احمدیت کے قاتلانہ منصوبوں کی ناکامی کے ضمن میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے عاجز بندوں کی حفاظت کے لئے قدرت کے عجیب وغریب کرشمے دکھاتا ہے۔ کبھی ان پر اپنی وحی نازل کرکے خبردار کرتا ہے کہ یہاں ٹھہرنا خطرناک ہے جس طرح ایک بار جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی دعوت پر تشریف لے گئے تو دشمن نے منصوبہ بنایا کہ جب آپؐ اپنے مخصوص مقام پر تشریف فرما ہوں گے تو اوپر سے ایک پتھر گرا کر آپؐ کو ہلاک کردیا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپؐ کو بتادیا کہ یہاں بیٹھنا خطرناک ہے چنانچہ آپؐ خاموشی سے اپنے گھر تشریف لے گئے۔ کافی انتظار کے بعد جب لوگ آپؐ کے پاس گئے تو آپؐ نے وحی کے بارہ میں انہیں بتایا۔ اس پر تحقیق کی گئی تو سب کچھ درست نکلا۔ کچھ اسی طرح کے واقعات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے ساتھ بھی ہوتے رہتے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا آج بھی اپنے پیاروں کی حفاظت کررہا ہے۔

چنانچہ ''درویشان احمدیت'' میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک بار

حضرت مسیح موعودؑ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور میں تھے۔ جب آپؑ واپس قادیان تشریف لانے والے تھے تو آپؑ کو الہاماً بتایا گیا کہ "راستہ بٹالہ والا خطرناک ہے"۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ قادیان سے ایک رتھ بٹالہ بھجوا دیا گیا تھا، آپؑ نے فرمایا: "یکے لے آؤ"۔ آپؑ کے خدام کو پروگرام کی اس اچانک تبدیلی کی کوئی وجہ معلوم نہ تھی تاہم حکم کی تعمیل میں فوراً تین یکوں کا انتظام کیا گیا جن پر آپؑ اور چند خدام سوار ہوکر کچے راستہ سے قادیان روانہ ہوگئے۔ راستہ میں آپؑ نے اپنے الہام کے بارہ میں لوگوں کو بتادیا۔ دوسری طرف رتھ پر بھی چند احباب سوار ہوئے اور بٹالہ کے راستہ سے قادیان روانہ ہوئے۔ جب یہ اصحاب نہر کے پُل پر پہنچے تو وہاں ایک میلہ لگا ہوا دیکھا۔ دراصل یہ ایک بناوٹی میلہ تھا اور اس میں شامل بٹالہ اور مستانیاں کے مخالفین کا یہ پروگرام تھا کہ جب حضورؑ کی رتھ نہر کے پُل پر پہنچے تو حملہ کرکے حضورؑ کو نہر میں پھینک دیا جائے۔ چنانچہ رتھ کے پہنچنے پر اُن مخالفین نے پُل کے دونوں طرف سے حملہ کردیا لیکن جب دیکھا کہ رتھ میں مرزا صاحب نہیں ہیں بلکہ دوسرے لوگ ہیں تو پیچھے ہٹ گئے اور اپنے کئے پر معذرت کرنے لگے۔

اسی طرح یہ بھی اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ بعض اوقات دشمن پر خوف نازل کرکے اُسے اُس کے بدارادوں سے باز رکھتا ہے۔ مثلاً جب آنحضرت ﷺ کو ابوجہل کے پاس کسی غریب شخص کا قرض واپس دلوانے کے لئے جانا پڑا تو اُس نے بلاچون و چرا وہ قرض ادا کردیا اور جب قریش نے اُسے طعنہ دیا کہ تم محمدؐ سے ڈر گئے تو وہ کہنے لگا کہ مَیں نے محمدؐ کے ساتھ ایک بدمست اونٹ کھڑا دیکھا اور مجھے خوف تھا کہ مَیں نے ذرا بھی پس وپیش کی تو وہ مجھ پر حملہ کردے گا۔

"درویشان احمدیت" میں حضرت مصلح موعودؓ کے حوالہ سے یہ واقعہ بیان ہوا کہ ایک دفعہ ایک ہندو جو گجرات کا رہنے والا تھا، قادیان میں کسی بارات کے ساتھ آیا۔ یہ شخص علم توجہ کا بڑا ماہر تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم لوگ قادیان آئے ہوئے ہیں، چلو مرزا صاحب سے ملتے چلیں۔ اس کا منشا یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے حضرت صاحب پر اپنی توجہ کا اثر ڈال کر آپؑ سے بھری مجلس میں کوئی بیہودہ حرکات کرائے۔ جب وہ مسجد میں حضورؑ سے ملا تو اُس نے اپنے علم سے آپؑ پر اپنا اثر ڈالنا شروع کیا مگر تھوڑی دیر کے بعد یکلخت کانپ اٹھا، مگر سنبھل کر بیٹھ گیا اور پھر اپنا کام شروع کردیا۔ حضرت صاحب اپنی گفتگو میں لگے رہے۔ مگر پھر اُس کے بدن میں ایک سخت لرزہ آیا اور اُس کی زبان سے بھی کچھ خوف کی آواز نکلی۔ مگر وہ سنبھل گیا۔ خدا کا مامور اپنے گردوپیش سے بے پرواہ محوگفتگو تھا کہ اچانک اس ہندو نے ایک چیخ ماری اور مسجد سے نکل بھاگا اور بغیر جوتا پہنے بھاگتا چلا گیا۔ لوگ پیچھے دوڑے اور اُس کے ہوش ٹھکانے آنے پر وجہ معلوم کی۔ وہ کہنے لگا کہ مَیں علم توجہ کا بڑا ماہر ہوں اور اس ارادہ سے آیا تھا کہ مرزا صاحب سے کوئی لغو حرکت کرادوں لیکن جب مَیں نے توجہ ڈالی تو دیکھا کہ میرے سامنے کچھ فاصلہ پر ایک شیر بیٹھا ہے۔ مَیں اُسے دیکھ کر کانپ گیا۔ لیکن پھر اپنے جی کو ملامت کی کہ یہ میرا وہم ہے اور پھر توجہ ڈالنی شروع کی۔ دیکھا کہ وہی شیر میرے سامنے اور قریب آگیا ہے اس پر میرے بدن پر سخت لرزہ آیا مگر مَیں پھر سنبھل گیا اور جی میں اپنے آپ کو بہت ملامت کی کہ یونہی میرے دل میں وہم سے خوف پیدا ہوگیا ہے۔ چنانچہ پھر اپنا دل مضبوط کرکے توجہ ڈالنی شروع کی اور پورا زور لگایا تو ناگہاں دیکھا کہ وہی شیر میرے اوپر کود کر حملہ آور ہوا ہے۔ اُس وقت مَیں نے بے خود ہوکر چیخ ماری اور وہاں سے بھاگ اٹھا۔

یہ ہندو بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کا بہت معتقد ہوگیا تھا اور جب تک زندہ رہا، آپؑ سے خط و کتابت بھی کرتا رہا۔ ایک بار ایک احمدی دوست نے اُس سے سوال کیا کہ اُس نے یہ نتیجہ کیسے نکالا کہ حضرت مرزا صاحب ایک خدا رسیدہ انسان ہیں اور یہ کیوں نہ سمجھا کہ آپؑ بھی مسمریزم کے بہت بڑے ماہر ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ مسمریزم کے لئے توجہ کا ہونا ضروری ہے جو کامل سکون اور کامل خاموشی کو چاہتا ہے مگر مرزا صاحب تو اپنے اصحاب سے باتوں میں مشغول تھے یعنی اُن کی قوّت ارادی کا اس میں دخل نہیں بلکہ کوئی آسمانی طاقت ہے جو اُن کی حفاظت کررہی ہے۔

"درویشان احمدیت" کے اس باب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعدد صحابہ اور اگلی نسل کے بہت سے بزرگوں کے واقعات بھی درج ہیں جن میں سے چند منتخب واقعات ہدیۂ قارئین ہیں:

☆ حضرت راجہ عطا محمد صاحبؓ کشمیر کے اوّلیں صحابہ میں سے تھے۔ آپؓ اپنی اعلیٰ علمی وانتظامی صلاحیتوں کی بنا پر ریاست کشمیر میں وزیر بھی رہے۔ جب آپؓ بیعت کرنے کے بعد قادیان سے واپس جارہے تھے تو راستہ میں گڑھی حبیب اللہ کے رئیس خان محمد حسین خان کے ہاں مقیم ہوئے۔ وہاں کے ملّاؤں نے پہلے ہی احمدیوں کے خلاف قتل کا فتویٰ دے رکھا تھا۔ ملّاؤں نے محمد حسین کو اپنے ساتھ ملا کر آپؓ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ آپؓ کو اس منصوبہ کی کچھ خبر نہ تھی لیکن رات سوئے تو خواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے آکر فرمایا کہ "راجہ صاحب! آپ کے قتل کا منصوبہ کیا گیا ہے، آپ اس وقت اٹھ کر یہاں سے چلے جائیں"۔ چنانچہ آپؓ نے اُٹھ کر اپنے ساتھیوں کو جگایا اور خاموشی سے سفر پر روانہ ہوگئے۔ صبح نماز کے بعد دیکھا کہ گڑھی کے رئیس کا وزیر گھوڑا دوڑائے پیچھے آرہا ہے اور کھانا بھی ساتھ لایا ہے۔ اُس نے آپؓ کو جان کی سلامتی کی مبارکباد دی اور ملّاؤں کی شرارت کا سارا قصہ سنایا اور تعجب سے پوچھا کہ آپؓ کو اس منصوبہ کا کیسے علم ہوا۔ آپؓ نے سارا واقعہ سنایا۔ چنانچہ بعد میں خان محمد حسین نے بھی اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کیا اور معافی مانگی اور آئندہ جب آپؓ اُس کے پاس ٹھہرے تو اُس نے آپؓ کی عزت و مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

یہ بات بھی اہم ہے حضرت راجہ عطا محمد صاحبؓ جب پہلی بار قادیان حاضر ہوکر حضرت اقدس علیہ السلام کی زیارت اور بیعت سے مشرف ہوئے تو آپ آنکھوں میں موتیا بند کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ حضور علیہ السلام نے آپؓ کو لاہور جاکر علاج کروانے کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ آپ کی آنکھیں انشاء اللہ بالکل اچھی ہوجائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپؓ علاج کے بعد دوبارہ قادیان تشریف لے گئے اور پھر کچھ عرصہ بعد واپس کشمیر روانہ ہوئے۔ آپؓ اُن چند ابتدائی صحابہؓ میں سے تھے جنہیں حضور علیہ السلام نے اپنے نام پر بیعت لینے کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ آپؓ نے 14؍اپریل 1904ء کو وفات پائی۔

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے۔ انشاءاللہ)

نوٹ: اگر آپ بھی اپنی کسی پسندیدہ کتاب کا تعارف "انصار ڈائجسٹ" کی زینت بنانے کے خواہشمند ہیں تو براہ کرم درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں:

07947408144